جامعہ مدنیہ لاہور کا علمی، ادبی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ

—: نگرانِ اعلیٰ :—

حضرت مولانا سید حامد میاں مُدظلہٗ مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ، لاہور

ماھنامہ

انوارِ مدینہ

لاہور

جلد: ۳ محرم ۱۳۹۳ھ ❖ فروری ۱۹۷۳ء شمارہ: ۸

مُرتّب

حبیب الرحمٰن اشرف

محتویات

اداریہ		۳
گلستانِ حبیبتان	حضرۃ علامہ شمس الحق افغانی	۷
حفّاظ و محافظین قرآن	حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتی	۱۴
نماز	جناب غلام حسین ارشد	۲۱
نعت	جناب احسان دانش	۲۸
مولانا حسین علیؒ	مولانا بشیر محمد نعمان	۳۰
زندگی گذارنے کا طریقہ	جناب قیوم نواز حسرت	۳۳
عُلماءِ سلف	مولانا حبیب الرحمان شروانی	۳۵
غزل	حضرت سید نفیس	۳۸
لمحاتِ اخیر	حضرت مولانا جمیل احمد میواتی	۳۹
رثاء	حضرت مولانا محمد موسیٰ	۴۳
مولانا عبدالدیان	حضرت مولانا قاری فیوض الرحمٰن	۴۵
رائے گرامی	شیخ عبدالمنعم النمر	۵۲
تقریظ و تنقید		۵۳

کتابت :- محمد سرور

بدل اشتراک : سالانہ سات روپے طلبہ کیلئے پانچ روپے فی پرچہ ۶۵ پیسے

سید حامد میاں مہتمم جامعہ مدنیہ طابع و ناشر نے مکتبہ جدید پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ انوارِ مدینہ، جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ

وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا

"اگر تم پھر وہی کروگے، تو ہم بھی پھر وہی کرینگے"

أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ؟

پاکستان کے ایک حصہ پر بھارت کے قابض ہونے سے بہت پہلے جب پیپلز پارٹی اور عوامی لیگ کا اختلاف رونما ہوا تھا اور پیپلز پارٹی کے چیئرمین بھٹو اور عوامی لیگ کے سربراہ مجیب الرحمٰن کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع تر ہوتی جارہی تھی، اس وقت ہم نے اور ملک کے دوسرے تمام بہی خواہوں نے بارہا یہ کہا تھا کہ اس باہمی آویزش و چپقلش کا مآل بہت ہی خطرناک ہوگا، اس لئے ان رہنماؤں کو جذبات کے بجائے تدبر اور تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔

مذکورہ بالا دو سیاسی پارٹیوں کے علاوہ دوسری پارٹیوں میں بھی بہت سے ایسے تنگ نظر اور جذباتی افراد تھے جو غیر ذمہ دارانہ بیانات سے قطعاً گریز نہیں کرتے تھے۔ اور جس کے منہ میں جو آتا بلا تامل اور بلا ادنیٰ غور و فکر کے کہہ ڈالتا۔ (اے کاش! وہ ہوشمندی سے کام لیتے اور پند و نصیحت کو قبول کرتے، وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ)

بالآخر سیاسی رہنماؤں کا غیر ذمہ دارانہ طرزِ عمل رنگ لایا اور نتیجۃً ملک کے ایک حصہ پر بھارت کا

تسلط قائم ہوگیا، ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد بے گھر ہوتے، لوٹ مار اور بدامنی عام ہوگئی، تاریخِ عالم میں پہلی مرتبہ کسی مُسلمان فوج کے نوّے ہزار سپاہی کفار کے سامنے ذلیل ہوئے اور ان کے قیدی بن گئے۔ ان پریشان کن واقعات سے پاکستان کے کروڑوں باشندوں کا سکون چھن گیا اور ان پر رنج وغم کی گھٹا چھا گئی۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ع

ازماست کہ برماست

ہم میں اختلاف کا پیدا ہوجانا، ہمارا ذلّت ورسوائی سے ہمکنار ہونا اور ہم پر پے بہ پے مصائب و حوادث کا نزول، یہ سب کچھ قدرت کی طرف سے ہمارے ساتھ اس لئے روا رکھا گیا کہ ہم نے یہ ملک جن وعدوں اور دعووں کی بنیاد پر قائم کیا تھا، ان سے ہم نے کامل بے اعتنائی برتی، اور ہمارا ہر اقدام ان دعووں اور وعدوں کے سراسر خلاف رہا۔

ان طرح طرح کی سزاؤں کے بعد ہمیں سدھر جانا چاہیئے تھا، ہمیں اپنے کردار وگفتار کی اصلاح کرلینی چاہیئے تھی، ہمیں چاہیئے تھا کہ اپنے حقیقی مالک کے منانے کی فکر کرتے، اپنی تمام غلطیوں کا ازالہ کرتے، اور آپس کے نزاع واختلاف مٹا کر باہم شیر وشکر ہوجاتے۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا۔

اگر ہمارے موجودہ مصائب ومشکلات اور مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا المیہ ہماری متذکرہ بالا غلطیوں کی سزا ہے (اور ہمارے خیال میں یقیناً ایسا ہی ہے) تو ان غلطیوں کا ارتکاب اب بھی مسلسل کیا جارہا ہے، اور ہماری بے راہروی اب بھی جوں کی توں قائم ہے۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ہم یہ خدشہ محسوس کرتے ہیں کہ کہیں ہماری ان کرتوتوں کے باعث ہمیں پھر پہلے کی طرح یا اس سے بھی شدید سزا نہ ملے۔

اس وقت جو بات ہمیں سب سے زیادہ کھٹک رہی ہے، وہ پیپلز پارٹی اور نیشنل عوامی پارٹی کا موجودہ اختلاف ہے۔ آئے دن اخبارات میں ان پارٹیوں کے لیڈر ایک دوسرے کے خلاف سخت قسم کے بیانات دیتے رہتے ہیں، ایکدوسرے پر طرح طرح کے الزامات عاید کرتے ہیں اور ہر ایک اپنے مخالف کو نیچا دکھانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔

ظاہر ہے کہ سیاستدانوں کی اس طرح کی رسہ کشی اور رقابت ملک وقوم کے لئے خطرناک اور شرمناک انجام کا باعث بن سکتی ہے۔

وہ ملک کبھی بھی استحکام و ترقی نہیں پا سکتا جس کے باشندے اپنی صلاحیتیں ایکدوسرے پر کیچڑ اچھالنے اور الزام تراشی میں گنواتے ہوں، وہ ملک جس کے مقتدر افراد ہمیشہ آپس میں دست و گریباں رہتے ہوں، دشمن کا مقابلہ کس طرح کر سکتا ہے اور اسے کس طرح ترقی و خوشحالی کا منہ دیکھنا نصیب ہو سکتا ہے۔

دنیا بھر میں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی ملک کی سالمیت اور اس کے استحکام کی ذمہ داری ملک کے عام باشندوں اور عام سیاسی پارٹیوں سے کہیں زیادہ وہاں کی حکمران جماعت پر عائد ہوتی ہے۔ اس مسلمہ حقیقت کے پیشِ نظر اگرچہ یہاں کی حکمران پارٹی ہی کو اختلافات مٹانے کے لئے پہل کرنی اور بیدار مغزی اور فراخدلی کا ثبوت دیتے ہوئے سیاست و اخلاق کی مجموعی طاقت سے اس پریشان کن اور مخدوش صورتِ حال کو ختم کرنا چاہیئے، تاہم ملک کی دوسری تمام پارٹیوں کے لئے بھی ملکی استحکام کی خاطر آپس کے اختلافات ختم کرنے اور پُرسکون فضا قائم کرنے کے لئے جدوجہد کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں جس سے جتنی کوشش ہو سکے ضرور کرے۔

دیکھیں! ہمارے ملک کی سیاسی پارٹیوں میں کون ایسا "رجل رشید" ہے جو تحمل اور وسعتِ نظر کا ثبوت دے۔ اور تدبر اور ہوشمندی کے ساتھ ہنگامہ آرائی کے اس اُمڈے ہوئے طوفان پر قابو پانے کی سعی کرے۔

ہماری دعا ہے کہ حق تعالیٰ پاکستان کے تمام رہنماؤں کو اس محاذ آرائی اور انتشار کی قباحت محسوس کرنے اور اسے ختم کرنے، نیز انہیں اپنی صلاحیتوں کو رقابت اور باہمی جنگ و جدل کے بجائے ملک و قوم کی تعمیر و ترقی پر صرف کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اور ہم سب کو یہ توفیق بخشے کہ ہم اس ملک میں اسلام کے پاکیزہ نظام کو نافذ کرنے کے لئے کوشاں رہیں کہ وہی ہم میں موجود جملہ خرابیوں کا قلع قمع اور تمام مفاسد کی اصلاح کر سکتا ہے۔ اور اسی کی برکتوں سے ملک ترقی و خوشحالی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔

وما علینا الا البلاغ۔

آخر خدا خدا کر کے ویتنام کی طویل ترین اور خوفناک و خونریز جنگ ختم ہو گئی اور آئندہ کے لئے وہاں امن و سکون کی فضا قائم ہونے کی قوی امید پیدا ہو گئی، اس ہولناک جنگ کے خاتمہ سے پُوری دنیا میں مسرت و اطمینان کی لہر دوڑ گئی اور تمام ممالک نے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔

اس لڑائی میں طرفین کے لاکھوں بے گناہ لقمۂ اجل بنے اور زبردست مالی نقصان ہوا۔ امریکہ کے تواربوں ڈالر اس جنگ پر صرف ہوتے۔ اپنی فوج کے ہزاروں سپاہی مروانے اور اس قدر ڈالر ضائع کرنے کے بعد بھی امریکہ کے ہاتھ سوائے بدنامی کے اور کیا آیا ؟

اس وحشتناک جنگ سے ایک بار پھر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی اپنی تمام تر طاقت اور ہر طرح کے ہتھکنڈوں کو بروئے کار لانے کے باوجود کسی غیور اور جذبۂ حریت سے سرشار قوم کو جھکانے میں ناکام رہتی ہے، اور یہ کہ خدا کی مدد مظلوم کے ساتھ ہوتی ہے۔

ہم جیالے ویتنامیوں کو ان کی شجاعت و استقلال پر خراجِ تحسین اور اس سرخروئی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

حبیب ... اشرف
٢٠-١٢-٩٢ھ

مولانا عبدالشکور دین پوری مدظلہ کے والد ماجد کی رحلت۔

تغمدہ اللہ برحمتہٖ ورضوانہٖ

یہ خبر بڑے افسوس سے پڑھی جائے گی کہ مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالشکور صاحب دین پوری کے والد ماجد حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب دین پوری ۔ ۴ ر ذی الحجہ ١٣٩٢ھ کو بروز سہ شنبہ اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحوم حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے شاگرد اور ایک پرہیزگار خلیق اور جید عالم تھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام نصیب فرمائے۔ اور ان کے فرزند جلیل مولانا عبدالشکور صاحب مدظلہم کو ان کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے۔

ہم مرحوم کے پسماندگان کے لئے تعزیت کے ساتھ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انکو اس صدمہ پر اجر کثیر مرحمت فرمائے۔ اور قارئین کرام سے مستدعی ہیں کہ ان کے لئے دعاء مغفرت اور زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ (ادارہ)

کلمٰتِ حِبّٰنا

۳

شیخ التفسیر مولانا شمس الحق افغانی ادام اللہ معالیہم

اب وزنِ اعمال کے مسئلہ میں میں حسب ذیل چیزیں بیان کرتا ہوں اور اختصار کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔

حقیقۃ المیزان ۔ جس سے اعمال تولے جائینگے اس ترازو کی حقیقت کیا ہے ؟

بیان الموزون ۔ چیز کونسی تولی جائے گی ؟

بیان الموزون لہم ۔ کن کن کے اعمال تولے جائیں گے اور کن کن کے نہیں ؟

بیان الوازن ۔ تولنے والا کون ہوگا ؟

کیفیت الوزن ۔ وزن کی کیفیت کیا ہوگی ۔ یعنی راجح و مرجوح کا پتہ کیسے لگے گا ۔ ؟

مقام الوزن ۔ کس جگہ اور کس مقام پر وزن ہوگا ۔ ؟

حقیقۃ المیزان کے بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ میزان اور وزن سے مراد کوئی حقیقی میزان نہیں بلکہ وزن سے مراد القضاء والعدل قضاء اور عدل مراد ہے ۔ اللہ فرماتا ہے کہ ہم اعمال تولیں گے یعنی انصاف کرینگے بس وھٰذا قول المعتزلۃ ۔ یہ معتزلہ کا قول ہے جو اہلِ سنت کے نزدیک مردود ہے ۔ یعنی اس قول کا مطلب تو یہ ہوا کہ وزنِ اعمال کا ذکر کتاب وسنت میں جہاں جہاں آیا ہے وہ مؤوّل ہے معنیٰ مجازی کے ساتھ ، کہ حقیقی ترازو تو کوئی ہے نہیں

ہاں اعمال کے تول کا مطلب یہ ہے کہ پورا پورا انصاف ہوگا ، بے انصافی نہ ہوگی ۔ باقی ایسی کوئی چیز نہیں ہوگی جس کا نام "میزان" ہو ۔ تو صحیح بخاری میں وضاحت کی ہے کہ میزان ہے ۔ وہ کیسی ہے ؟ اس میں قول

اول یہ ہے کہ یہ متشابہات میں ہے۔ لا یعلم حقیقتہا الا اللہ ۔ کہ صحیح حقیقت اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ۔ البتہ اس کی عظمت گیا آسمان و زمین کی برابر ہے ۔ وہ کس طرح ؟ ایسے کہ ابو مالک اشعری کی حدیث جو صحیح مسلم میں آئی ہے اس کا پہلا لفظ یہ ہے کہ الحمد للہ تملأ المیزان ۔ الحمد للہ میزان کے پلڑے کو بھر دیتا ہے ۔ وسبحان اللہ والحمد للہ تملئان ما فی السموات والارض ۔ اور سبحان اللہ اور الحمد للہ دونوں اگر پڑھے جائیں تو اس سے آسمان اور زمین کی پوری فضا پُر ہو جاتی ہے ۔ تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ زمین و آسمان کی پوری فضا کا نصف ایک پلڑے کے برابر ہے ۔ اس سے میزان کی عظمت معلوم ہو گئی ۔ باقی حقیقۃ المیزان کہ وہ واحد ہے یا متعدد میزانیں ہیں (کیونکہ ظاہر قرآن سے تعدد معلوم ہوتا ہے ۔ ونضع الموازین القسط موازین میزان کی جمع ہے) تو اس میں اقوال ہیں ۔ ایک قول تو یہ ہے کہ جس ترازو سے اعمال تولے جائیں گے وہ ایک نہیں بلکہ متعدد ہیں کس معنیٰ کر کے ؟ اما لکل شخص میزان او لکل عمل میزان یعنی یا تو ہر شخص کے لئے ایک ترازو ہو گا یا ہر عمل کے لئے ایک ترازو ہو گا اس اعتبار سے ونضع الموازین کہا گیا ۔

قولِ دوم جو محققین کا مختار ہے ۔ وہ یہ ہے کہ میزان ایک ہے اور جمع کا لفظ تعددِ اعتباری کی وجہ سے لایا گیا ہے کہ اس ایک ہی میزان سے جب ایک قسم کے اعمال تولے جائیں گے تو اس لحاظ سے وہ ایک میزان ہوئی ، پھر دوسرے اعمال تولے جائیں گے تو وہ ہی میزان دوم ہوئی ۔ یا یہ کہ لوگوں کے ایک طبقہ کے اعمال تولے جائیں گے تو ایک میزان ہوئی ۔ دوسرے طبقہ کے تولے جائیں گے تو دوسری میزان ہوئی ۔ تو مطلب یہ ہے کہ ایک چیز جب مختلف اور متعدد اعتبارات سے دیکھی جائے ، تو وہ حکماً متعدد ہو سکتی ہے تو یہ تعدد حقیقی نہیں بلکہ حکمی ہے ۔

سوم قول یہ ہے کہ تعدد تفخیمی ہے ۔ جیسے قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ : کذبت قوم نوحٍ المرسلین ۔ قوم نوح نے مرسلین کی تکذیب کی ۔ تو مرسلین میں تو حضورؐ بھی داخل ہیں ۔ عیسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہیں ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام بھی داخل ہیں ۔ حالانکہ یہ تو پیدا ہی نہیں ہوتے تھے ، اس وقت ، تو معنیٰ یہ ہیں کہ ۔

نوح علیہ السلام کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے تنہا ان کے انکار کو کَاَنَّکا جمیع المرسلین کہا گیا ۔ یہاں جیسے جمعیت تفخیم و تعظیم کے لئے ہے ۔ ویسے ہی موازین کی جمعیت بھی تفخیم کے لئے ہے ۔ یہ مبحث ختم ہوا ۔

باقی موزون کیا چیز ہو گی ؟ کیا چیز تولی جائے گی ۔ آجکل مولویوں پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ مولوی ایمان

کو بھی تولتے ہیں کفر کو بھی تولتے ہیں۔ نماز روزہ کون تولے گا، دنیا کا کوئی انسان ہے کہ وہ ان اعراض واوصاف کو تول سکے۔ تو پہلے تو موزون کی حقیقت کے بارے میں اقوال علماء بیان کرتا ہوں کہ کون سی چیز تولی جائے گی۔

قولِ اوّل۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے۔ جو قسطلانی نے شرح بخاری میں نقل کیا ہے کہ تمام اعمال کو مناسب شکل دی جائے گی یا مناسب جسم دیا جائیگا۔ نیکیوں کو نُورانی اور سفید شکل دی جائے گی۔ علیٰ قدر الوجود۔ مثلاً نفل سے سنت بڑھ کر ہے۔ سنت سے واجب بڑھ کر ہے۔ واجب سے فرض بڑھ کر ہے۔ تو نفل کی شکل جو ہوگی اس کی سفیدی کم چمکیلی ہوگی۔ مثلاً نفل گویا پچیس نمبر کا بلب ہوگا اور سنت اور واجب پچاس نمبر جیسا ہوگا اور فرض جو ہوگا وہ سو نمبر کا ہوگا۔ تو اجسام روشنی کے اعتبار سے ہوں گے۔ اور اجسام میں تو ثقل ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ تولے جائیں گے۔

عبداللہ ابن عباسؓ کی عبارت جو قسطلانی نے نقل کی ہے وہ یہ ہے۔ ان اللّٰہ یقلب الاعمال اعراضاً ویقلب الاعراض اجساماً۔ خدا اعمال کو اعراض بنا دے گا اور خدا اعراض کو اجسام بنائے گا۔ وہ اجسام تولے جائیں گے۔ تو اجسام تو روزانہ منڈیوں میں تلتے ہیں۔ قیامت کی منڈی میں بھی نیکیاں جو ہیں وہ نورانی شکل کی تُلنے کے قابل ہونگی۔ اور گناہ جو ہیں وہ کالی شکل کے ہوں گے۔ اس انداز میں تول ہوگا۔ یہ ہے عبداللہ ابن عباسؓ کا قول۔

ابن عمرؓ کی ایک روایت کے مطابق امام الحرمین کا قول یہ ہے کہ نامۂ اعمال تولے جائیں گے۔ یعنی جن کاغذات میں یا جو چیز کاغذ کے قائم مقام ہوگی (جس کی حقیقت خدا جانتا ہے) نیکیاں لکھی ہوئی ہونگی اسکو ترازو میں ڈالا جائے گا (آپ دیکھتے ہیں کہ دھاتوں میں بھی فرق ہوتا ہے۔ دھاتوں میں مَیں آپ کو تین دھات بتلاتا ہوں۔ مثلاً اگر تانبے کو کوٹ کر کاغذ کی طرح بنا لیا جائے تو اس کا وزن کم ہوگا۔ اس سے زیادہ وزن سونے کے ورق کا ہوگا۔ اور اس سے زیادہ وزن پلاٹینم کا ہوگا)۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک شخص کے تسع وتسعون سجلا ننانوے دفتر لائے جائیں گے۔ فتوضع فی کفۃ ایک پلہ ہے جو ترازوِ قیامت کا ہے اس میں ڈالے جائیں گے۔ ویُؤتیٰ بالبطاقۃ پھر ایک پرچی لائی جائے گی فتوضع فی اخریٰ۔ وہ دوسرے پلڑے میں ڈالی جائے گی ——— ——— تو جس کا حساب ہو رہا ہوگا وہ کہے گا یا اللہ ننانوے دفتروں کے مقابلے میں

یہ پرچی بیچاری کیا کام آئے گی؟ تو کہتے ہیں فثقلت البطاقۃ وطاشت السجلات۔ وہ پرچی بوجھل ہوجائے گی اور ننانوے دفتر ہلکے ہوجائیں گے۔ اس میں کوئی ایسا نیک عمل ہوگا جو ان تمام برائیوں پر غالب آجائے وہ یا ذکر الٰہی ہوگا یا توحید کا عمل ہوگا۔ یعنی کلمۂ لا الٰہ الا اللہ۔ تو ان کا مستدل حدیث البطاقۃ ہے۔

تیسری چیز۔ جو حافظ ابن حجر کی مختار ہے کہ اجسام بنانا بھی نہیں، کاغذات تولنا بھی نہیں، خود نفسِ عمل تولا جائے گا۔ اور اس کے لئے چونکہ وہ روایت کے بڑے شیدائی ہیں۔ روایت پر مدار دین کا رکھتے ہیں تو انہوں نے بیان کیا کہ چونکہ ایک حدیث میں آیا ہے اور حدیث منقول ہے مستدرکِ حاکم میں۔ اور تصحیح کی ہے ذہبی وغیرہ نے، حدیث یہ ہے کہ مایوضع فی المیزان احسن من خلق حسن۔ قیامت کے ترازو میں اچھے اخلاق سے بڑھ کر (بعد از ایمان، یہ قید لگائیں گے) کوئی نیکی نہیں رکھی جائے گی۔ تو معلوم ہوا کہ خُلقِ حسن جو ایک عمل ہے، خود یہ رکھا جائے گا۔ یہ بھی بعض بزرگوں کا قول ہے۔

شاہ ولی اللہؒ نے ایک مقام میں لکھا ہے کہ اللہ نے مجھے "تطبیق بین المختلفات" کے لئے پیدا کیا ہے کہ میں مختلف اقوال کو تطبیق دوں۔ ہم لوگوں کا تو کوئی مقام نہیں۔ شاہ ولی اللہ کی گرد کو بھی کون پہنچ سکتا ہے، لیکن ہم بھی شاہ صاحب کی تقلید کی کوشش کرتے ہیں کہ مختلفات میں تطبیق دیں۔ تو میں نے ایک بار ختم بخاری شریف کے درس میں کسی جگہ یہ فقرہ کہا تھا کہ چونکہ یہ انسان کی قسمت کا آخری فیصلہ ہے۔ آخری فیصلے میں آخری درجہ کی احتیاط ضروری ہے۔ تو اللہ فرمائے گا کہ تولوں کی تمام صورتیں پوری کی جائیں۔ پہلے اعمال کو اجسام بنایا جائے گا کہ منڈیوں کے تول پر تولو! اس سے بات نہ ہوئی تو اس کے بعد گویا دوسری چیز ہوگی کہ جن نامہ ہائے اعمال میں عمل لکھے گئے ہیں وہ نامۂ اعمال بھی تولو۔ اس سے اگر تشفی نہ ہوئی تو خود عمل کو بھی تولو۔ تو مطلب یہ ہے کہ تینوں صورتیں جو ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں، بلکہ اوزانِ ثلاثہ جمع ہوں گے۔ تطییباً لقلوب المکلفین، تاکہ مکلفین کے قلوب کی تطییب ہو اور شک وشبہ بیچ میں نہ رہے۔ باقی یہ کہنا تو اب بے معنی ہوگیا ہے کہ اعمال تولے نہیں جا سکتے۔ جبکہ آج کے زمانہ میں سب اعراض تولے جاتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی سائنس سے ناواقفیت کی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نماز ایک وصف ہے اور ایمان ایک وصف ہے یہ کیسے تولا جائیگا؟ اعراض واعمال کا تولنا اب موجودہ سائنسی دنیا میں واضح ہے۔ تھرمامیٹر تو آپ نے دیکھا ہوگا۔ وہ جو لگاتے ہیں تو کہتے ہیں ایک سو دو (۱۰۲) درجے بخار ہے۔ ایک سو دو درجے گرمی ہے۔ تو گرمی جسم ہے یا عرض ہے؟

قائم بالغیر ہے نا۔ قائم بذاتہ ہوتی تب تو جسم ہوجاتی۔ یہ قائم بالغیر ہے۔ اچھا۔ پھر موسمیات کا تھرمامیٹر ہے

ہوا کی گرمی کا ناپ جس سے ہوتا ہے۔ بجلی بھی حقیقت میں روشنی ہے۔ روشنی بھی اعراض و اوصاف میں سے ہے۔

اللہ کی بھی ایک بجلی کا نمونہ ہے "سورج" اور کچھ بجلی انسان کی ایجاد کردہ بھی ہے۔ تو جتنی بجلی کرۂ ارضی میں دنیا کے کسی خطہ میں ہے، موجودہ سائنسی طریقہ پر اسکو تولا گیا، وزن کیا گیا تو اس کا وزن ساڑھے پانچ تولے ہے، بس۔ یعنی آدھ پاؤ بھی نہیں۔ ایک اللہ کی بجلی ہے "سورج" اسکو بھی سائنس نے ناپا۔ یہ بجلی جب دوسو کروڑ برابر ٹکڑوں میں تقسیم ہو یعنی سُورج کی روشنی جب دوسو کروڑ برابر ٹکڑوں میں تقسیم ہو ____________ تو زمین کو ان میں سے صرف دو ٹکڑے پہنچ سکتے ہیں۔ باقی زمین کو نہیں پہنچتے اور فضاؤں میں چلے جاتے ہیں۔ گویا دو بٹہ دو ارب یا دو بٹہ دوسو کروڑ (کوئی لفظ کہو) سُورج کی روشنی کو جب دوسو کروڑ حصوں کے برابر روشنیوں میں بانٹ دو تو ان میں سے صرف دو روشنیاں تمام زمین میں تقسیم ہوجاتی ہیں اور باقی دو کم دوسو کروڑ حصہ روشنی میں سے زمین پر کچھ بھی نہیں آتی۔ تو جو زمین پر آتی ہے اس کا وزن کتنا ہے؟ جبکہ تمام بجلیوں کا وزن سوا پانچ تولے ہے۔ اس کا سائنس کے لحاظ سے چار ہزار چار سو اسی من وزن ہوگا۔ جس کی اگر بجلی کے مطابق قیمت لگائی جائے تو کل دنیا کے پاس جتنا سونا ہے، اس سونے کو کروڑ ہا کھرب میں ضرب دی جائے تو سورج کی روشنی کے ایک دن کی قیمت بھی نہیں۔ خیر یہ ایک زائد بحث تھی۔ اور یہ اس واسطے کہ مولویوں پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تم کیسے تولتے ہو، ایسے بے وقوفوں سے جب یہ کہا جاتے کہ کیا تم کو سائنس معلوم نہیں، تو سر جھکا لیتے ہیں۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ اعمال کا وزن ہوگا۔ اور حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ میزان واحد ہے اور میں نے سب اقوال کو تطبیق دی ہے۔

بیان الموزون لہم۔ کن کے اعمال تولے جائیں گے؟ سب لوگوں کے یا خاص لوگوں کے؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمۃ الباب سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کے تولے جائیں گے، کیونکہ امام بخاری رح کا لفظ یہ ہے۔ وان اعمال بنی اٰدم وقولھم یوزن۔ آدمؑ کی اولاد مسلمان ہو یا کافر۔ بظاہر بالغ ہو یا نابالغ۔ عام تعمیم کر ڈالی۔ آدم کی کل اولاد کے اعمال تولے جائیں گے اور ان کا قول بھی تولا جائے گا۔ تو امام بخاریؒ اس بات کے قائل ہیں کہ موزون لہم جمیع اولادِ آدم یا جمیع الناس ہیں، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ لابد من اخراج الکفار۔ کہ کفار وزنِ اعمال سے خارج کئے جائیں۔ کفار کے اعمال کا

تولنا نہ ہوگا۔ لان الوزن یقتضی الاعمال المتضادۃ ۔ اس لئے کہ وزن چاہتا ہے متضاد اعمال کو۔ گویا امام غزالی نے یہی سمجھا ہے کہ وہاں لوہے یا پتھر سے تول نہ ہوگا۔ عمل کا عمل سے تول ہوگا، تو متضاد اعمال ہونے چاہئیں۔ اور کفر کے ساتھ کوئی بھی نیکی ہو وہ نیکی باقی نہیں رہتی۔ تو کافر کے لئے ایک پلے کی چیز موجود ہے جو برائی کا پلہ ہے، نیکی کی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ لہٰذا کافر وزنِ اعمال سے خارج ہے۔ اور آگے بیان کیا ہے کہ معصومین بھی خارج ہونے چاہئیں۔ یعنی جو گناہ سے پاک ہیں جیسے انبیا علیہم السلام، کیونکہ ان کی نیکی ہی نیکی ہے۔ اور ہمارے نزدیک پھر گویا اولاد المسلمین کو بھی ان ہی پر قیاس کیا جائے گا۔ مسلمانوں کے نابالغ بچے جو مر جائیں وہ بھی معصوم ہیں۔ اور بعضوں نے ان پر قیاس کیا ہے داخلین فی الجنۃ بغیر الحساب کو بھی، جو ستر ہزار ہیں اور ہر ایک کے پیچھے ستر ہزار۔ تو ستر ہزار ضرب ستر ہزار، تو کفار، انبیا علیہم السلام اولاد المسلمین، ستر ہزار ضرب ستر ہزار لوگ جو بلا حساب داخل ہونگے یہ وزنِ اعمال سے مستثنیٰ ہوں گے، یہ ہے ان کی رائے۔ ایک قولِ عموم ہے۔ وہ بخاری کی رائے ہے۔ اور ایک تخصیص ہے۔ حافظ ابنِ حجر نے امام بخاری کو ترجیح دی ہے کہ بخاری کی رائے ٹھیک ہے۔ باقی امام غزالی کا کیا جواب ہوگا؟ تو قرطبی نے تفسیر میں (اور قرطبی نے بخاری کی شرح بھی لکھی ہے اس شرح میں) جواب دیا ہے دو توجیہوں کے ساتھ، کہ کافر کے اعمال تولے جائیں گے۔ ایک طرف کافر کی کل سیئات ہونگی۔ اور دوسرا پلّہ خالی ہوگا، تو خالی ہلکا ہو جائے گا اور جو مالیٔ (بھرا ہوا) ہوگا وہ بھاری ہو جائے گا۔ ایک جواب تو یہ دیا ہے۔ اور قرطبی نے توجیہِ دوم یہ کی ہے کہ خیرات اور صدقاتِ مالیہ کافر کی، جس میں نیت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی (اور نیت کے لئے ایمان ضروری ہے) تو وہ ایک جانب میں ہوں گے اور کفر اور کفریات دوسری جانب میں ہونگی، تو وہ خیرات اور صدقات جو کافر نے کئے ہیں وہ پلّہ ہلکا ہو جائے گا، یہ بھاری ہو جائے گا۔ یہ قول حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے۔ اور پھر کہا ہے کہ ممکن ہے کافر کی نیکی تخفیفِ عذاب میں مؤثر ہو۔ جیسے ابولہب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت ولادت کی خوشی میں باندی آزاد کی۔ یا ابوطالب نے گویا تربیت فرمائی۔ تو تخفیفِ عذاب میں یہ چیز مؤثر ہو سکتی ہے،، گو ازالۂ عذاب میں مؤثر نہیں۔

چوتھا قول امام ابو منصور ماتریدی کا ہے کہ کافر کے لئے گویا میزانِ تمیز قائم کی جائے گی۔ یعنی وہ میزان تو خاص ہوگی مسلمانوں کے ساتھ اور ان کے لئے میزانِ تمیز ہوگی کہ ایک کافر بڑا سخت ہے، بڑا خراب

ہے۔ اور دوسرا نسبتاً کم خراب ہے۔ فرض کرلو۔ مثلاً پٹیل نے لاکھوں مسلمان قتل کرائے۔ اور ایک ہندو جو مندر میں بیٹھا رام رام کرتا ہے، باہر نکلا ہی نہیں کہ کسی مسلمان کو قتل کرے یا کرائے یا مارے، یا لوٹے یا آگ لگائے تو کہتے ہیں کہ وزنِ اعمال اس اعتبار سے ہوگا کہ کافروں میں کون زیادہ بُرا ہے۔ کون کم ہے۔ تاکہ ابدی عذاب میں جو کافر اخبث ہے اس کو شدید درد اور دکھ کی سزا دی جائے اور جو گویا کفر کی شدت میں کم ہے اس کو کم سزا دی جائے۔ یہ امام ابومنصور ماتریدی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔ (والباقی سیأتی)

دعاءِ صحت

حضرت پیر سید خورشید احمد صاحب مدظلہم کی علالت تمام ہی مسلمانانِ پاکستان کے لئے باعث رنج و الم ہے۔

حضرت پیر صاحب کی ذات ایک مقدس وجود ہے جن کے اوراد و اشغال شب و روز ایک مدتِ دراز سے اس طرح جاری رہے ہیں کہ بلامبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر وہ کسی جگہ بالکل تنہا ہوں تو انہیں یہ خیال بھی نہ آئے گا کہ مجھ سے کوئی بات کرنے والا نہیں ہے۔

یقیناً ایسی ذات مسلمانانِ پاکستان کے لئے خدا کے قہر سے پناہ کا کام دے رہی ہے۔ ادام اللہ ظلہٗ۔ آپ کی عمر مبارک اسوقت ایک سو سال کے قریب یا اس سے متجاوز ہے۔ آپکو حضرت شیخ الہند اسیرِ مالٹا مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ سے بیعت کا اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز سے خلافت کا شرف حاصل ہے۔

۲۸ دسمبر ۷۲ء سے یکلخت شدید علالت شروع ہوئی جس کی وجہ سے آپکو نشتر ہسپتال ملتان میں لیجایا گیا اور وہیں اب تک زیرِ علاج ہیں۔ قارئین کرام سے حضرت پیر صاحب کے لئے نیز مبلغ اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر کے لئے دعاء صحت کی درخواست ہے۔

ادارہ

حفاظ و محافظینِ قرآن رحمہم اللہ تعالیٰ

اسوۃ الصالحین امام القراء حضرت مولانا
قاری رحیم بخش پانی پتی مدظلہ

مرسلہ
مولانا قاری محب اللہ رحیمی برمی

امام کسائی کوفی آپ قرآت کے ساتویں امام ہیں، آپ کا اسم مبارک علی اور کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام حمزہ بن قیس بہمن بن فیروز ہے۔ آپ اصلاً فارسی ہیں۔ بنی اسد کے آزاد کردہ غلام اور تبع تابعین میں سے ہیں۔ ابوبکر بن انباری فرماتے ہیں کہ آپ پر نحو، لغت کی امامت اور اقراء کا طبقہ دونوں چیزیں منتہی ہوتی ہیں۔ آپ کے پاس شاگردوں کا بہت مجمع ہوتا تھا اس لئے کوفہ کے منبر پر بیٹھ کر پڑھاتے جاتے تھے اور تلامذہ مصاحف میں قرآآت لکھتے جاتے تھے۔

امام بن معین فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی ان آنکھوں سے امام کسائی سے زیادہ عمدہ پڑھنے والا نہیں دیکھا۔ آپ امام محمد بن حسن شیبانی صاحب امام ابی حنیفہ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ آپ نے پہلے امام خلیل بن احمد نحوی سے نحو پڑھی پھر ان کی تحریک پر نجد و تہامہ جاکر اعراب میں رہے اور عربیت کا اتنا ذخیرہ جمع کیا کہ جس کے لکھنے میں سیاہی کے پندرہ شیشے صرف ہوئے۔ واپسی پر بغداد میں قیام کر کے پہلے ہارون رشید کو پھر اس کے بیٹے کو پڑھایا، بڑے بڑے ائمہ آپ کے شاگرد ہیں۔ معانی القرآن کتاب النحو، کتاب نوادر کبیر وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں، سیبویہ سے مناظرے ہوتے تھے اور یزیدی سے اکثر ہم نشینی رہتی تھی۔ آپ کو کسائی اس لئے کہتے ہیں کہ کسائی کے معنی ہیں کمبل والا۔ اور موصوف نے حج کے لئے کمبل کا احرام استعمال کیا تھا۔ یا اس لئے کہ یہ امام حمزہؒ کی مجلس میں کمبل اوڑھ کر بیٹھتے تھے۔ پس امام حمزہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کمبل والے کو میرے پاس لاؤ اور ممکن ہے کہ

دونوں وجوہ ہوں۔

سند — آپ نے امام حمزہؒ سے چار مرتبہ قرآن مجید پڑھا اور عیسٰی بن عمر اور طلحہ بن مصرّف سے بھی اخذ کیا ۔ ان دونوں نے ابراہیم نخعی سے اور انہوں نے علقمہ بن قیس سے اور علقمہ نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا ۔ وانیؒ فرماتے ہیں کہ ان (کی قراءۃ) کا ماخذ (اور سرچشمہ امام حمزہ (کی قراءۃ) ہے اور ان کی قراءۃ کی سند امام حمزہ کے حالات میں بیان ہو چکی ہے۔

آپ نے ۱۸۹ھ میں بعمر ۷۰ سال علاقہ رَے کے ایک قریہ رنبویہ میں ہارون رشید کے ساتھ خراسان جاتے ہوئے وفات پائی ۔ رحمۃ اللہ علیہ ۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں ہی مدفون ہیں ۔ اسی لئے ہارون نے کہا تھا کہ ہم نے یہاں قرآن اور علم فقہ دونوں چیزوں کو دفن کیا ہے ، آپ کے بھی دو راوی مشہور ہیں ۔

سیدنا ابوالحارثؒ — یہ لیث بن خالد مروزی ہیں ۔ آپ قابلِ اعتماد ، ضابط ، صالح محقق اور قراآت کے ماہر اور کسائی کے بزرگ ترین شاگردوں میں سے ہیں ۔ آپ نے بغداد میں ۲۴۰ھ میں وفات پائی ۔ رحمۃ اللہ علیہ ۔

سیدنا دوریؒ — یہ وہی دوریؒ ہیں جو امام ابوعمرو بصری کے راوی ہیں اور ان کی وفات وہاں بیان ہو چکی ہے پس یہ ابوعمرو کے بھی راوی ہیں اور کسائی کے بھی ۔

امام ابوجعفرؒ — آپ قراآت کے آٹھویں امام ہیں ۔ آپ کا اسم مبارک یزید بن قعقاع اور کنیت ابوجعفر ہے قبیلہ کے لحاظ سے آپ مخزومی ہیں ۔ آپ کا وطنِ مالوف مدینۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے ۔ آپ ابوالحارث مخزومی کے آزاد کردہ غلام ہیں ۔ آپ تابعی تھے ۔ کیونکہ آپ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور آپ کے لئے دعا بھی فرمائی ۔ نیز حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ آپ نے نماز پڑھی اور واقعہ حرہ جو ۶۳ھ میں رونما ہوا تھا اس سے پہلے آپ لوگوں میں بہت بڑے قاری شمار ہوتے تھے اور مدینہ طیبہ اور مسجد نبوی میں علم قراءۃ کی سرداری آپ ہی کی طرف منتہی ہوتی تھی اور اس فن کے سب سے بڑے امام آپ ہی تھے ۔ آپ امام نافعؒ کے گرامی قدر شیوخ میں سے ہیں ۔ یحیٰی بن معینؒ فرماتے ہیں کہ ابوجعفر ثقہ اور قراءۃ میں اہل مدینہ کے امام تھے ۔ ابن مجاہدؒ ابوالزنادؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ابوجعفر سے زیادہ عمدہ پڑھنے والا کوئی نہ تھا ۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ابوجعفر صالح انسان تھے ۔ امام نافع فرماتے ہیں کہ جب آپ کو غسل دیا گیا تو لوگوں نے آپ کے سینے اور

دل کے درمیان قرآن مجید کے ورق کی مانند ایک چیز دیکھی۔ اس سے حاضرین نے بلاشک جان لیا کہ یہ قرآن کا نور ہے۔ پھر خواب میں آپ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ میرے شاگردوں کو اور ان تمام لوگوں کو جو میری قراءۃ پڑھتے ہیں خوشخبری سنا دو کہ حق تعالیٰ نے ان کو بخش دیا اور ان کے بارہ میں میری دعا قبول فرمائی اور اس بات کا امر کر دو کہ وہ حسب استطاعت رات کے درمیانی حصہ میں کچھ رکعتیں (تہجد کی نیت سے) پڑھ لیا کریں۔ موصوف نے ۱۲۸ھ میں مدینہ ہی میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ (نشر)

آپ کے شیوخ اور آپ کی سند — آپ نے اپنے مولیٰ عبداللہ ابن عیاش مخزومی اور عبداللہ بن عباس ہاشمی اور ابوہریرہؓ سے اور ان سب نے ابوالمنذر ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پڑھا اور ابوہریرہؓ اور ابن عباسؓ نے زید بن ثابتؓ سے علم قراءۃ حاصل کیا اور ایک روایت کی رو سے آپ نے خود حضرت زید بن ثابت سے بھی اخذ کیا ہے۔ اور زید بن ثابت اور ابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا۔ آپ کے بھی دو راوی مشہور ہیں۔

سیدنا عیسیٰ بن وردانؒ — یہ مدنی ہیں جو اپنے زمانے میں قراءۃ کے سردار، ضابط اور محقق تھے، ۱۶۰ھ میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ (نشر)

سیدنا ابن جمازؒ — ان کا نام سلیمان بن مسلم زہری ہے اور کنیت ابوالربیع ہے۔ آپ شیخ القراء ضابط و ماہر تھے، ۱۷۰ھ میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ۔ (نشر)

امام یعقوب بصریؒ — آپ کا اسمِ مبارک یعقوب اور کنیت ابو محمد ہے اور والد ماجد کا نام اسحٰق ہے۔ قبیلہ کے لحاظ سے آپ حضرمی ہیں۔ آپ کا وطن مبارک بصرہ ہے۔ امام نشر فرماتے ہیں کہ آپ امام کبیر ثقہ، عالم اور صالح تھے۔ امام ابوعمرو بصری کے بعد قراءۃ کی سرداری آپ ہی پر منتہی ہوتی تھی۔ آپ برسوں بصرہ کی جامع مسجد کے امام رہے ہیں۔ ابو حاتم سجستانی فرماتے ہیں کہ قراآت کے اختلافات اور ان کی توجیہات و مذاہب نیز نحو کے مسائل میں فائق الاقران تھے۔ امام دانی فرماتے ہیں کہ امام ابوعمرو کے بعد عام بصریین انہی کی اختیار فرمودہ قراءۃ پڑھتے تھے۔ نیز فرماتے تھے کہ میں نے (اپنے شفیق استاذ) طاہر بن غلبون کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بصرہ کی جامع مسجد کے امام صاحب انہی کی قراءۃ پڑھتے تھے نیز اپنے شیخ خاقانی سے اور وہ شیخ محمد بن محمد بن عبداللہ اصبہانی سے روایت فرماتے ہیں کہ اس وقت تک بصرہ کی جامع کے تمام ائمہ قرارت یعقوب پر ہی قائم ہیں۔ اور ہم نے بھی (اپنے زمانہ میں) اسی طرح پایا ہے۔

موصوف نے بعمر اٹھاسی ۸۸ سال ۲۰۵ھ میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ (نشر)

آپ کے شیوخ ۔ آپ نے امام ابوالمنذر سلام بن سلیمان مزنی اور امام ابوالشہب جعفر بن حیّان عطاردی سے پڑھا ہے ۔ پھر ان میں سے امام سلام نے امام عاصمؒ کوفی اور امام ابوعمرو بصریؒ سے پڑھا ہے اور ان کی سند ان کے حالات میں بیان ہوچکی ہے ۔

دوسری سند ۔ اور بعض کے قول پر آپ نے امام عمرو بصریؒ سے بلاواسطہ بھی پڑھا ہے اور امام ابوالشہب نے ابورجاء عمران بن ملحان عطارویؒ سے اور انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا ہے ۔ اس کے بارہ میں امام نشر فرماتے ہیں ۔ وھذا سند فی غایۃ الصحۃ والعلو ۔ یہ انتہائی صحیح اور عالی سند ہے ۔ آپ کے بھی دو راوی مشہور ہیں ۔

سیدنا رویسؒ ـــ امام نشر فرماتے ہیں کہ آپ قراءۃ میں امام اور ماہر اور ضابط اور مشہور تھے ۔ امام دانی فرماتے ہیں کہ آپ امام یعقوب کے تلامذہ میں فائق الاقران تھے ۔ آپ نے بصرہ میں ۲۳۸ھ میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ ۔

سیدنا روحؒ ۔ امام نشر فرماتے ہیں کہ آپ بہت بڑے استاذِ قراءۃ ، ثقہ ، ضابط اور امام یعقوب کے جلیل القدر تلامذہ میں سے مشہور اور ان میں سب سے زیادہ قابل استاذ تھے ۔ امام بخاریؒ نے اپنے صحیح میں ان سے حدیثیں بھی روایت کی ہیں ۔ آپ کی وفات ۲۳۴ھ یا ۲۳۵ھ میں ہوئی ۔ رحمۃ اللہ علیہ ۔

امام خلفؒ کوفی ـــ آپ قراءۃ کے دسویں امام ہیں ۔ یہ وہی خلف بن ہشام ہیں جو قراءۃ کے چھٹے امام حمزہؒ کے راوی ہیں ۔ آپ امام ثقہ تھے ۔ صاحبِ نشر فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی اختیار کردہ قراءۃ کو تلاش کیا تو تمام کلمات میں کوفیین بلکہ ابوبکرؒ حمزہؒ کسائیؒ کے موافق پایا سوائے وَحِرْمٌ (انبیاء) کے کہ اس کو انہوں نے حفصؒ کی طرح وَحَرَٰمٌ پڑھا ہے ۔ آپ کے حالات اور آپ کی سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک امام حمزہؒ کے حالات میں گذر چکی ہے ، وہاں ملاحظہ فرمالیں آپ کے بھی دو راوی مشہور ہیں ۔

سیدنا اسحٰقؒ ـــ آپ کی کنیت ابویعقوب ہے ۔ آپ کے والد ماجد ابراہیم ابوعثمان بن عبداللہ مروزی ہیں ۔ امام نشر فرماتے ہیں کہ آپ قراءۃ میں ثقہ اور ضابط اور ماہر تھے ۔ صرف خلفؒ کی اختیار کی ہوئی قراءۃ پڑھتے تھے ۔ آپ نے ۲۸۶ھ میں وفات پائی ۔ رحمۃ اللہ علیہ ۔

سیدنا ادریسؒ ـــ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے ۔ آپ کے والد ماجد کا نام عبدالکریم حدّاد ہے ۔ آپ بھی امام ماہر

قوی الحافظہ اور ثقہ تھے۔ امام دارِ قطنی سے آپ کی بابت دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ثقہ بلکہ اس سے بھی ایک درجہ اوپر یعنی بہت ہی قابلِ اعتماد تھے۔ آپ کی وفات ۲۹۲ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ (نشر)

ائمہ اوران کے رواۃ کے حالات سے ناظرین نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ سب کے سب فن کے پورے ماہر بلند مرتبہ اور ضبط وحافظہ میں مشہور اور ثقہ وصدوق تھے۔ نیز امانۃ وعدالۃ اور زہد وتقویٰ کے آسمان ہفتم پر پہنچے ہوئے بلکہ اکثر تابعین میں سے تھے، چنانچہ امام نافعؒ نے حضرت طفیل اور ابن ابی انیسؓ وغیرہما کی زیارت کی ہے اور امام ابنِ کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن سائبؓ مخزومی صحابی سے پڑھا ہے۔ اور حضرت ابوایوب انصاری، حضرت انس بن زبیر وغیرہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے اور امام ابن عامرؒ نے خود حضرت واثلہ بن اسقع، حضرت ابوالدرداء، حضرت فضالہ بن عبید، حضرت مغیرہ بن شہاب رضی اللہ عنہم سے اخذ کیا ہے۔ اور ایک قول کی بناء پر آپ نے خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی پڑھا ہے اور امام عاصمؒ نے حضرت حارث بن حسان رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے اور امام ابوجعفرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پڑھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے اور باقی حضرات (امام ابوعمروؒ، امام حمزہؒ اور امام کسائی اور امام یعقوبؒ) تبع تابعین میں سے ہیں اور تابعین سے قرآآت اخذ کی ہیں۔ امام خلفؒ، امام حمزہؒ ہی کے معتبر راوی ہیں۔ اور امام مسلم اپنی صحیح میں اور امام ابوداؤد اپنی مسند میں ان سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

اور تابعین کا مبارک زمانہ ان ہی ازمنۂ ثلاثہ عالیہ میں سے ہے، جن کے خیر القرون ہونے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ کیا کوئی عقل سلیم اس بات کا یقین کر سکتی ہے کہ یہ مقدس جماعتیں جن کی نقل پر دین کا مدار ہے، "قرآن میں کوئی ایسی چیز پڑھیں جو قرآن میں نہ ہو۔" نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذِہِ الْعَقِیْدَۃِ الْبَاطِلَۃِ ۔

یہی وہ حضرات ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی ہوئی وجوہ میں سے احاد، غیر مشہور اور شاذ کو چھوڑ کر اپنے لئے ان وجوہ کو اختیار کر لیا تھا جو ان کے نزدیک سند کے اعتبار سے مضبوط اور عربیت میں قوی تر اور ان مصاحف عثمانیہ کی رسم کے عین موافق تھیں جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے لکھے تھے۔

حقیقت یہ کہ قرآن مجید کے الفاظ دو طرح کے ہیں۔ (۱) متفق علیہ جن کو تمام صحابہ نے ایک ہی طرح

روایت کیا ہے۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا (۲) مختلف فیہ جن کو تفنن عبارت یا اختلافِ لغات کی بنا پر حق تعالیٰ شانہٗ نے کئی طرح نازل فرمایا ہے۔

دوسری قسم کے الفاظ میں سے اماموں نے اپنے شیوخ کی قراءۃ سے شرائط کی پابندی کرتے ہوئے جدا جدا ترتیبیں اختیار کر لی تھیں۔ مثلاً ایک نے صلہ، اظہار، تسہیل فتح کو لیا۔ دوسرے نے عدمِ صلہ، اظہار، تسہیل فتح اختیار کیا۔ تیسرے نے اپنی ترتیب میں عدم صلہ، تسہیل، ادغام، امالہ کو رکھ لیا۔ اسی طرح اور بہت سی صورتیں نکل سکتی ہیں۔ چونکہ ان اختلاف کی کوئی مخصوص ترتیب واجب نہیں تھی، اس لئے گنجائش تھی کہ شرائط کی پابندی کے ساتھ جو ترتیب چاہیں اختیار کر لیں۔ اسی لئے صدرِ اول میں قراءتیں بے شمار تھیں جن کے مقابلہ میں موجودہ دس قراءتیں دریا کے مقابلہ میں ایک جرعہ ہیں۔ یہ اختیار کا سلسلہ صدیوں تک جاری رہا اور خدا جانے اس عرصہ میں کتنے صاحبِ اختیار ائمہ پیدا ہوتے۔ پھر ان اماموں کے شاگرد بھی ان گنت اور ہر ایک کی جانشین ایک جماعت تھی اور کسی مصنف کی طاقت نہیں کہ ان کا احاطہ کر سکے۔

محقق نشر میں فرماتے ہیں کہ اماموں کے شاگردوں کے شاگرد بے شمار تھے ان میں سے بعض تو وہ تھے جن کا حافظہ نہایت مضبوط اور عقل کامل تھی اور روایت میں بھی احتیاط سے کام لیتے تھے اور بعض میں ان میں سے کسی وصف کی کمی تھی۔ اس لئے اختلاف ظہور میں آنے لگا اور قریب تھا کہ حق و باطل میں کوئی تمیز نہ رہے اور غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط سمجھنے لگیں، لیکن امت میں سے علماء محققین ماہرین کتاب اللہ کی خدمت کے لئے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے طرق و روایات کو جانچا۔ حروف کی پڑتال کی، متواتر کو احاد سے، مشہور کو شاذ سے ممتاز کیا۔ ان میں فرق کرنے کے لئے اصول اور ارکان مقرر کئے، چنانچہ ہم ان کی طرف اشارہ بھی کرتے ہیں اور جس طرح متقدمین نے ان اصول و ارکان پر اعتماد کیا ہے ہم بھی انہی پر اعتماد کرتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

المکۃ پریس

خلیق و دیانتدار عملہ
بہترین و بارعایت طباعت

۵۔ شارع فاطمہ جناح، لاہور

جامعہ مدنیہ

کے لئے

اپیل

بحمد اللہ جامعہ مدنیہ کا تعلیمی کام روز بروز وسعت پکڑتا جا رہا ہے۔ اس کے لئے موجودہ عمارت اور جگہ ناکافی ہے۔ اس لئے قریبی ملحق زمین خریدنی ضروری ہے۔ جامعہ کی اتنی مالی وسعت نہیں ہے کہ وہ ایک لاکھ بیس ہزار کی رقم ادا کر سکے۔ اس لئے تمام باحیثیت دینی درد رکھنے والے حضرات سے التماس ہے کہ وہ اس عظیم کارِ خیر اور صدقۂ جاریہ میں حصّہ لے کر قیامت تک جاری رہنے والی نیکی میں شریک ہوں۔

منجانب :

اراکین جامعہ مدنیہ۔ لاہور

فون نمبر —— ۶۲۹۳۲

نماز

جناب غلام حسین ارشد، رامپورہ ضلع بہاولنگر

"نماز" دل زبان اور دماغ سے اپنے خالقِ حقیقی کی فرمانبرداری و عبودیت کا اظہار کرنا ہے۔ "نماز" شکرانہ احسانات اور اظہارِ عاجزی و انکساری اور مالک کی یکتائی و ہمتائی کا اقرار ہے۔ "نماز" تسکینِ قلب اور توشۂ آخرت ہے۔ نماز دلی تمنائیں اور آرزوئیں پیشِ رب العالمین کرنے اور ان کی قبولیت کی استدعا کرنے کا سلجھا انداز ہے۔ اسے اعمالِ بنی آدم میں مرکزیت حاصل ہے۔ "نماز" انسانی قلب کو جملہ آلائشوں سے صاف کر کے صیقل کر دیتی ہے تاکہ اس کا مکین (خدا) اپنے مسکن (دل) میں بس سکے۔ "نماز" مقصدِ حیات "و ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" کی یاد دہانی کراتی ہے۔ "نماز" سے کوئی صاحبِ ہوش مستثنےٰ نہیں۔ رب العزت کے اس ارشاد گرامی سے حقیقت الم نشرح ہوجاتی ہے۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۔ (الحجر) اور عبادت کر اپنے رب کی حتیٰ کہ تجھے موت آجائے۔

نماز سے تساہل علامتِ منافق اور اس کے ترک سے اندیشۂ کفر ہے۔

من ترك الصلوٰة متعمداً فقد كفر ۔ جس نے چھوڑ دی نماز جان بوجھ کر پس اس نے کفر کیا۔

"نماز" ستونِ قصرِ ایمان ہے۔ جس محل کا ایک ستون گر جائے اس کی حالتِ زار پر پتھر دل بھی پسیجے بغیر نہیں رہ سکتا۔

"نماز" روحِ اسلام ہے۔ روح بغیر جسم بے حس و حرکت تراشہ ہے۔ قرآن کریم میں نماز کے متعلق کئی صد بار ارشاد فرمایا گیا۔ ظاہر ہے کہ جس کے متعلق کئی صد بار ارشاد فرمایا ہے اس کے ثمرات بھی بیش بہا ہونگے۔ ذرا خیال کیجئے جب ہماری اولاد ہمارا کہا خاطر میں نہ لائے تو ہمارے دل و دماغ پر کیسے گذرتی ہے۔ جی

چاہتا ہے پیٹ ڈالیں۔ یہ ہمارے غفور رحیم ہی کی عین کریمی ہے کہ ڈھیل دیئے جا رہا ہے، شاید میرے بندے سمجھ جائیں اور تساہل کا لبادہ اتار پھینکیں۔ ہو سکتا ہے اپنی غلطی کا اقرار کر کے اس کا کفارہ ادا کرنے لگیں۔ ممکن ہے نفس پرستی ترک کر کے بندگیٔ خدا کرنے لگیں۔ لیکن یہ درگذر آخر کب تلک؟ یہ معافیاں کہاں تلک؟

آجکل تو عقل کے کوڑھیوں نے ایک نیا مسلک ڈھونڈ نکالا ہے۔ نیا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ "نماز قائم کرنا کہا گیا ہے نہ کہ پڑھنا۔ ہماری نماز قائم دائم ہے۔ ہماری نماز دل کی ہے۔" عجب اختراع پسندی ہے ان کی، اور عجیب ہے ان کی سمجھ۔

ہمیں ہمارا مذہب کیا سکھاتا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی، حدیثِ رسول کا اتباع۔ حدیث کیا ہے؟ قرآن اگر متلو ہے تو حدیث غیر متلو۔ قرآن اگر وحی جلی ہے تو حدیث وحی خفی۔ قرآن اگر دستور حیات ہے تو اسوہ حسنہ عملی تفسیر۔ غرضکہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تقلید ہی میں ہماری نجات ہے کامیابی ہے اور سرخروئی ہے۔ لہٰذا نماز ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہی میں پڑھنا ہوگی۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ تمہارے لئے اللہ کا رسول اسوہ حسنہ ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی ۔ کہدیجئے اگر تم محبت کرتے ہو اللہ سے تو پیروی کرو میری۔

صلوا کما رایتمونی اصلی (مشکوٰۃ) اس طرح نماز پڑھو جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں۔

آپ نے پڑھ کر دکھائی اور ہمیں آپ کی طرح نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ اسی میں ہماری نجات ہے۔ اختراعی نماز غیر حقیقی نماز ہے۔ بلکہ دوسرے معنوں میں شیطانی وگمراہی کی چال ہے۔ مختلف مجالس کے آداب مختلف ہوتے ہیں جن سے ذہنی واخلاقی تربیت ہوتی ہے۔ نماز کا مقصد خضوع وخشوع، اطاعت شعاری، بندگی اور خدا کی عظمت وکبریائی کا اظہار کرنا ہے۔ بندے پر لازم ہے کہ شہنشاہ عالی کے دربار میں اپنے کو عاجز سمجھے، ہاتھ باندھے، نظریں نیچی کئے مودبانہ التجائیں پیش کرے، گھٹنے ٹیکے، سر جھکائے، تسبیح پڑھے۔

"نماز" غذائے روح اور تسکین قلب کا ساز وبرگ ہے اور ساتھ ہی ساتھ اجتماعی وانفرادی اور اخلاقی ومعاشرتی اصلاحات کا ایک کارگر آلہ ہے۔

حافظ ابن قیم رقمطراز ہیں۔ نماز علاجِ امراضِ قلب ہے۔ نماز کشائشِ رزق کا سبب ہے، نماز محافظِ صحت دافعِ امراض، مقویٔ دل، حسنِ چہرہ، فرحتِ جان، نشاطِ اعضاء، سببِ شرحِ صدر، غذائے روح، دافعِ شیطان ہے۔ کاہلی رفع کرنے اور عذاب سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہے۔

نماز کے چند فوائد

فرض شناسی — فرض شناسی کی عادت پیدا کرنے میں "نماز" جو کردار ادا کرتی ہے محتاج بیان نہیں۔ "نماز" اپنے فرض کی ادائیگی میں رغبت و لگاؤ سکھاتی ہے۔ "نماز" دن کے وقت انسانوں کو کام کاج کے ہنگاموں سے الگ کر کے اور رات کو آرام و راحت کے وقت یہ یاد دلاتی ہے کہ تم آخر خدا کے بندے ہو، شیطان و نفس کے پجاری نہ بنو۔ فرض شناسی ہی کسی قوم کی حیات اور قبولیت بارگاہ الٰہی کے لئے پیش خیمہ ہوتی ہے۔ فوج کے سپاہیوں کو ہر روز بلاناغہ مشق کرائی جاتی ہے، اگرچہ ان کے لئے کام کا وقت کبھی برسوں بعد آتا ہے۔ لیکن اسلام کے جیالے سپوتوں کو تو شبانہ روز بر سرِ پیکار رہنا ہے۔ انہیں زندگی کے ہر لمحہ، ہر گھڑی اور ہر آن شیطانی قوتوں سے جنگ کرنا ہے۔ اس زبردست طاغوتی لشکر سے سینہ سپر رہنے اور آزمائش میں پورا اترنے کے لئے چوبیس گھنٹے میں پانچ بار تربیت دی جاتی ہے تاکہ سست اور کاہل رہنے پر انہیں مدمقابل وحملہ آور نیچا نہ دکھا سکے۔ قدرت کے ہر فرمان میں ان گنت مصلحتیں کارفرما ہوتی ہیں جنہیں سمجھنے کیلئے قلب سلیم چاہیئے۔

ضبط نفس — ضبط نفس کو پروان چڑھانے میں جہاں دیگر دینی امور اپنا حق ادا کرتے ہیں نماز ان پر سبقت لے جاتی ہے۔ دعاؤں و تسبیحات کے ساتھ پابندی اوقات، شرائط طہارت و پاکیزگی اور جسمانی حرکات کا جوڑ محض اس خاطر لگایا گیا ہے کہ انسان پوری طرح نفس امارہ پر دسترس حاصل کرلے۔ صبح نرم گرم بستر ہٹا پھینکنا، جاڑے میں گرم پانی دستیاب نہ ہونے پر انتہائی سردپانی کے آفتابے کو خوش آمدید کہنا اور پھر مصلے پر دست بستہ کھڑے ہو جانا ضبط نفس کا عملی درس ہے۔

اجتماعی نظام — انسان کی زندگی بھائی بندوں کے ساتھ بیشمار قسم کے تعلقات میں جکڑبند ہے۔ قوانینِ الٰہی اپنی ہی زندگی میں جاری وساری کرنا کافی نہیں، بلکہ پوری دنیا پر غالب و نافذ کرنا ہیں۔ اس لئے ناگزیر ہے کہ مسلمان اپنی ایک مشترکہ جماعت پیدا کریں۔ نماز روزانہ پانچ اوقات حرکت میں لاتی ہے۔ فوجی آدمی وسل سنتے ہی چاہے کھانے کا لقمہ اول توڑا ہو، چاہے چائے کے کپ کو ہونٹ بوسہ بھی نہ دے سکے ہوں، وہ اٹھتا ہے کہ اسے کمانڈر نے طلب کیا ہے۔ بعینہٖ مسلمان "اللہ اکبر" کی آواز سنتے ہی کام کاج وہیں چھوڑ کر مسجد کا رخ کرتا ہے۔ گویا پورے کے پورے نظام کے کل پرزے حرکت میں آجاتے ہیں۔ مسجد میں پہنچ کر انہیں احساس ہوتا ہے کہ ہم سب ایک ہی منزل کے راہرو ہیں اور ہمارے پیش نظر ایک ہی

مقصد ہے۔

مساوات ـــ نماز مساوات کا بے مثل و بے مثال عملی درس دیتی ہے۔ نماز یاد دلاتی ہے کہ بحیثیت انسان امیر و غریب اور شاہ و گدا ہم سب برابر ہیں۔ جہاں کسی کو جگہ ملتی ہے، غنیمت سمجھتے ہوئے کھڑا ہو جاتا ہے۔

ع تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اتباعِ سردار ـــ نماز اطاعت سردار کی تعلیم دیتی ہے۔ اگرچہ امامت کا حقدار ہر کلمہ گو قرار پایا ہے، مگر شریعت محمدی میں تلقین فرمائی گئی ہے کہ ہر قوم کا ایک سردار ہوتا ہے، لہٰذا انتخاب امام کے لئے شرائط عائد کر دی گئی ہیں کہ جو سب میں زیادہ پرہیز گار، متقی اور عالم دین ہو، وہی حقدار امامت ہے اور جو امام قرار پائے اس کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے۔

فرائض سردار ـــ امام کو حکم دیا گیا ہے کہ نماز پڑھاتے وقت بوڑھوں، کمزوروں، بیماروں اور بچوں کا خیال رکھے اتنی لمبی آیات کی قرأت نہ کرے اور اتنے طویل رکوع و سجود نہ کرے کہ پیچھے کھڑے ساتھ نبھا نہ سکیں۔ یعنی حسب استطاعت و قوت (اعتدال پر) کام لینے کی سردار کو ہدایت ملتی ہے۔ نیز یہ کہ اس کا برتاؤ مربیانہ و مشفقانہ ہونا چاہیئے۔

فرائضِ ملت ـــ نماز میں امام کی پیروی پر سختی سے پابند رہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ امام کی حرکت سے قبل حرکت نہیں کی جا سکتی۔ ایسا اقدام موردِ گناہ ہے۔ تو گویا نماز میں افرادِ ملت کو یہ عملی درس ملتا ہے کہ جب تک تمہارا لیڈر شرعی حدود سے تجاوز نہ کرے اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے سرِ مو انحراف نہ کریں۔

نظم جماعت ـــ اسلام میں نماز با جماعت پڑھنے پر بہت ہی زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اسی لئے ایسی نماز کا ثواب زیادہ مقرر فرمایا ہے۔ آخر اتنی تاکید نماز با جماعت پر کیوں دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ جہاد کے دوران بھی نماز با جماعت ہی کا اہتمام فرمایا جاتا رہا جس کی شاہد تاریخ ہے۔ اس سے نظم جماعت کا پہلو روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

ستر پوشی ـــ برہنہ جسم نماز پڑھنے سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ کم از کم شرعی ستر کا ڈھکا ہونا اشد ضروری ہے۔ ستر پوشی میں انسان کی عزت ہے، ناموس ہے، شان ہے اور وقار ہے۔ بعض مذاہب میں دیوتا کے سامنے برہنہ جسم حاضری دینا عین سعادت خیال کیا جاتا ہے۔ اسلام نے اس مذموم فعل، شیطانی اختراع اور

عبث خیالی کی شدید مذمت کرتے ہوئے نماز کے لئے ستر پوشی پر زور دیا ہے۔

پابندیٔ وقت — اسلام نے نماز پنجگانہ کے اوقات مقرر کر دیئے ہیں۔ ان میں لیت و لعل اور پس و پیش کی قطعاً گنجائش نہیں۔ اس سے پابندیِ وقت ایسی اعلیٰ ترین صفت پیدا ہو کر انسان کے لئے رحمت ثابت ہوتی ہے۔

طہارت و پاکیزگی — نماز پڑھنے کے لئے جسم و جامہ اور جگہ کا پاک صاف ہونا اشد ضروری ہے۔ رفعِ حاجت کے بعد استنجا اور وضو کی تاکید ہے اور کپڑوں کے پاک صاف رکھنے کا بھی حکم ہے۔

سحر خیزی — نماز سے رات جلد سونے اور صبح جلد بیدار ہونے کی عادت راسخ ہو جاتی ہے، کیونکہ دیر سے سونے پر صبح آنکھ نہ کھلنے کا ڈر ہوتا ہے اور صبح نماز کے لئے جلد بستر چھوڑنے کی فکر برابر ستائے رکھتی ہے۔

اطباء سویرے جاگنے اور جلدی سونے کو صحت کے لئے بہت مفید بتاتے ہیں۔ ایسا کرنے سے صحت برقرار رہتی ہے۔

عاجزی و انکساری — عاجزی ہی وہ تحفہ تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بوقت معراج شریف ساتھ لے گئے تھے۔ ہاتھ باندھنا، مؤدبانہ کھڑے ہونا، سرنگوں کر دینا اور خدا کی پاکی کا دل و زبان سے اقرار کرنا، گھٹنے ٹیکنا، سر زمین پر رکھنا عالم عاجزی و بیچارگی میں سبحان ربی الاعلیٰ کا پڑھنا اپنی نیاز مندی و فرمانبرداری کا یقین دلانا ———— کپکپی کا لگنا۔ ڈرتے ڈرتے مناجات کرنا اور گڑگڑا کر اشکوں کی مالا پرونا ایسے ہی منکسر المزاج اور متواضع بندوں پر اس کی رحمتیں برستی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

وبشر المخبتین (الحج) اور خوشخبری سنا عاجزی کرنے والوں کو۔

الفت و محبت — نماز قلب انسانی کو موم کی طرح نرم اور پھول کی مانند ملائم بنا دیتی ہے۔ خوفِ خدا ڈیرے ڈال دیتا ہے اور الفت و محبت کی تخم ریزی ہوتی ہے۔ جب یہ دو چیزیں دل میں رچ جائیں تو دل شکستہ تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

ع جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس اور شکستہ حال نمازی رفقاء کو دیکھ کر دل پر ایک چوٹ سی لگتی ہے

جو پہلے ہی چکنا چور ہو چکا ہوتا ہے، تو یہ ہلکی سی ضرب کا بھی متحمل نہیں ہو سکتا۔ ان کی پریشانیوں کے تار و پود اڑا دینے کے لئے اس کا دن کا آرام اور رات کی نیند حرام ہو جاتی ہے۔ وہ خدمت خلق ہی میں اپنی نجات، خوشی اور کامیابی گردانے لگتا ہے۔ اس کا دل کسی کی معمولی سی تکلیف پر چھلک اٹھتا ہے۔ تسبیح میں پروتا ایک منکہ بن کر رہنے میں اپنی حیات سمجھتا ہے۔ اپنے مفاد پر بھائیوں کے مفاد کو ترجیح دینے لگتا ہے۔ یہی اسلام چاہتا ہے۔ ملت اسلامیہ ایک جسد ہے اور افراد ملت اس کے اعضاء، ایک عضو مبتلائے تکلیف ہونے پر دیگر اعضائے جسد کو بے خوابی و بے آرامی کا شکار ہو جانا چاہیئے۔ یہی تقاضائے قدرت ہے۔ یہی منشائے فطرت ہے۔ ایسا جذبہ جب کسی قوم کے رگ و پے میں سرایت کر جائے تو وہ ایسی سیسہ پلائی دیوار بن جاتی ہے کہ دنیا بھر کی قوتیں اس کا بال بیکا نہیں کر سکتیں۔ اس قسم کی خوبیاں انسان کو اتنی بلندیوں پر پہنچاتی ہیں کہ فرشتوں کی بھی جہاں تک رسائی نہیں ہوتی۔

؎ فرشتہ بننے سے یارب میری توقیر گھٹتی ہے
مَیں مسجودِ ملائک ہوں مجھے انسان ہی رہنے دے

مصائب سے نجات — نماز آسمانی آفات سے بچانے کے لئے ڈھال کا کام دیتی ہے۔ نماز انسان کو گناہوں سے متنفر کر کے نیکیوں کا دلدادہ بنا دیتی ہے اور متقی لوگوں میں شامل کر دیتی ہے۔ نمازی کو نیک کاموں میں فرحت و لذت آنے لگتی ہے۔ ایسی بستیوں کے مکینوں سے مصائب گھبراتے ہیں اور شدائد دور رہتے ہیں، رحمت ایزدی ہمیشہ پر پھیلائے رکھتی ہے، جن بستیوں کے مکین پانچوں وقت خدا کے دربار میں حاضری دیتے ہیں۔

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔ اور مدد چاہو ساتھ صبر اور نماز کے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی کوئی سخت امر درپیش آتا تو نماز کی طرف فوراً متوجہ ہوتے تھے۔

فراخی رزق — فراخی رزق سے مراد کشائش و برکت ہے۔ نماز سے رزق میں کشائش ہوتی ہے۔ حضرت شفیق بلخیؒ نزہتہ المجالس میں تحریر فرماتے ہیں "کہ ہم نے رزق کی برکت نماز چاشت میں پائی"۔

تربیت جہاد — نماز تربیت جہاد کا خوب درس دیتی ہے۔ نمازی شیطان کی تھپکیوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اس کے سیاسی و جنگی حربوں سے چوکنا رہتا ہے۔ وہ شیطان کو دن میں پانچ بار شکست دے کر سکون بھری سانس لیتا ہے۔ نمازی موسم کی سختی و نرمی کا محاسبہ کرتا ہے۔ فضا کی خوشگواری و ناخوشگواری اور حالات

کی سازگاری و ناسازگاری سے دل برداشتہ نہیں ہوتا۔ بلکہ جوانمردی واستقلال دکھاتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح تربیت جہاد حاصل کر کے حیدری بازو رکھنے والا مرد مجاہد ثابت ہوتا ہے۔

عشق الٰہی —— فاذکرونی اذکرکم (البقرۃ) پس یاد کرو تم مجھے اور میں یاد کرونگا تمہیں۔

نماز بھی ذکر کی اقسام میں سے ایک ہے۔ بندہ کا یاد کرنا یہ ہے کہ دنیا سے جملہ ناطے منقطع کر کے ان مصروفیاتِ زندگی سے چند منٹ بچا کر مصلے پر اپنے مالک حقیقی کے حضور دست بستہ کھڑا ہو جائے اور نہایت خضوع وخشوع کے ساتھ رکوع وسجود کرے، اپنی بے بسی و بیچارگی کا اظہار خوب گڑگڑا کر کرے کردہ گناہوں پر ندامت کے اشک بہائے کہ میرا اس کون ومکاں میں تجھ بن کوئی سہارا نہیں ہے۔ میں مجسمۂ خطا اور سہو کا پتلا ہوں، میں ناقص العقل اور سیاہ کار ہوں مجھے جنت کی خواہش ہے نہ دوزخ کا خدشہ۔ دولت کی طلب ہے نہ حشمت کا اشتیاق۔ بس صرف اسی لئے سربسجود ہوں کہ یہ تیرا فرمان ہے اور اس میں تیری رضا وخوشنودی ہے۔ بلاشبہ نمازی کو اللہ سے سچی محبت ہوتی ہے۔

یہ سچی محبت ہی تو ہے جو جان ومال اور اولاد کی محبت کو سدراہ نہیں بننے دیتی۔ صحراؤں کی تپش، پانی کی بندش، تیغوں کی گھن گرج، شہر بدر کرانے والا مرض، کوڑوں کی مار اور دہکتے کوئلوں کے انبار پائے ثبات میں لغزش پیدا نہیں کر سکتے، کیونکہ اس کا دھیان اور تمامتر توجہ کا ارتکاز اس کا محبوب ہوتا ہے۔ اسے محسوس تک نہیں ہوتا کہ اس پر پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں۔

●●

"انوارِ مدینہ" میں

اشتہار

دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے۔

روح پرور، فکر انگیز، علمی وتحقیقی، سیاسی ومعاشی، تاریخی، عصری معلومات سے بھرپور، صحیح عقائد ونظریات کی ترجمان، اعلیٰ کتابت وطباعت سے مزین، قابلِ مطالعہ اور

عزیز پبلیکیشنز

۵۲ - میکلوڈ روڈ - لاہور

احسان دانش

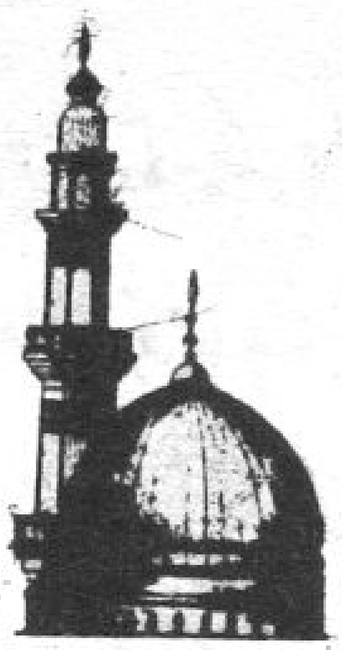

نعت

اللھم صل علی النبی الامی

★

کیوں ان بتوں کے عشق کی تہمت اٹھائی جائے
چل کر اُسی گلی میں نہ دھونی رمائی جائے

یوں اس گلی میں چشمِ تمنّا سجائی جائے
پلکوں پہ آنسوؤں کی کناری لگائی جائے

بازیگہِ حیات میں عقبیٰ کا رکھ خیال
وہ کام کر کہ حشر میں صورت دکھائی جائے

جب مَیں بجز حضور کسی کا نہیں غلام
پھر کیوں کسی کی نازشِ بیجا اٹھائی جائے

اس کا خدا ہوا جو محمدؐ کا ہوگیا
یہ بات منکروں میں نہ کہہ کر گنوائی جائے

بندِ کفن تو کھول دیجئے دوستو! مگر!
پڑھ کر درود قبر کو صورت دکھائی جائے

شاید چلے بدن بھی تصوّر کے ساتھ ساتھ
تاثیرِ عشق یوں بھی کبھی آزمائی جائے

عشقِ رسول ہے تو سکوں کی دُعا نہ مانگ
یہ آگ لگ گئی ہے تو پھر کیوں بجھائی جائے

اٹھے کسی حسیں کی طرف کیا نگاہِ شوق !
ہر آئینے میں جب وہی تصویر پائی جائے

طوفاں میں اب یہ کشتیٔ امت ہے یارسول
اب تو کسی طرح سے کنارے لگائی جائے

سنتا ہوں بار بار کہیں سے اذانِ قبر
دن چھپ گیا، بساطِ تمنّا اٹھائی جائے

ہو جائیں راہ میں نہ کہیں ختم اشکِ غم
دولت یہ ان کے در پہ پہنچ کر لٹائی جائے

جب تک وہ تاجدارِ دو عالم نہ دیکھ لیں
فردِ عمل مری نہ کسی کو دکھائی جائے

جس شخصیت کا ذکر برفعت کرے خدا
کیا مرا منہ، کہ اس سے محبت جتائی جائے

لے اس کا نام جس سے بھلا دو جہاں میں ہو
کر اس کا ذکر جس سے دلوں کی بُرائی جائے

جا کر درِ حضور پہ مجھ کو رہی یہ فکر
آنکھوں میں کس طرح یہ تجلی سمائی جائے

ہے جانے کون، کس کے بدن میں چھپا ہوا
انگلی کسی پہ سوچ سمجھ کر اُٹھائی جائے

جن کا یہ قول ہے کہ بُرے ہیں سبھی مرے
قسمت انہیں کے در پہ نہ کیوں آزمائی جائے

دانشؔ ہزار رنگ کے جلوے ہیں دہر میں
دل میں کہاں جگہ، کہ طبیعت لگائی جائے

مولانا شبیر محمد نعمان
سرگودھا

حضرت مولانا

حسین علی رحمۃ اللہ علیہ

راقم نے بچپن میں اپنے والد صاحب سے حضرت رئیس المفسرین عمدۃ المحدثین سند الفقہاء قامع البدعۃ و قاطع الاعمال الشرکیہ حضرت علامہ مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ "واں بھچراں" ضلع میانوالی کی تعریف بارہا سُنی تھی۔ مسئلہ توحید میں آپ کے تعشق اور فریفتگی اور افعال شرک و بدعت کی تردید اور مذمت میں آپ کے انہماک کی وجہ سے راقم کو بچپن ہی سے انتہائی عقیدت ہوگئی تھی اور راقم ان کے ہر مرید اور شاگرد سے ان کے حالات دریافت کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ اس طرح سے احقر کو حضرت کے بارے میں جو کچھ معلوم ہو سکا پیشِ خدمت ہے۔

تعارف ـــــ حضرت مولانا حسین علیؒ ۱۲۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی فارسی نظم اور صرف، نحو کی کتابیں اپنے والد ماجد حافظ میاں محمد صاحب مرحوم سے پڑھیں۔ اس کے بعد چھوٹی کتابیں موضع "شادیا" میں جو کہ واں بھچراں کے قریب واقع ہے اور موضع "تھریاں" میں جو اسی علاقہ میں ہے پڑھ کر موضع "سنبوال" میں ایک مولوی صاحب سے دیگر کتب پڑھیں۔

آپ نے ۱۳۰۲ھ میں قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوکر حدیث شریف پڑھی اور سند حاصل کی۔ اسکے بعد ۱۳۰۳ھ میں عارف ربانی حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر تفسیر قرآن مجید پڑھی اور ۱۳۰۴ھ میں حضرت مولانا احمد حسن صاحب سے کان پور میں منطق، فلسفہ وغیرہ فنون کی تکمیل کی اور پھر آپ اپنے وطن مالوف کو واپس تشریف لائے۔ مراجعتِ وطن کے بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر دیا۔ اور تقریباً ساٹھ برس تک متحدہ پاک، ہند کی سرزمین میں شمع ہدایت فروزاں کئے رکھی۔ آخر چار دانگ عالم میں رشد و ہدایت کی روشنی پھیلانے اور علوم و معارف کا نور بکھیرنے کے بعد اپنے وقت کا وہ بہت بڑا محدث اور مفسر اور مشن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو

اجاگر کرنے والا عظیم مصلح رجب المرجب ۱۳۶۳ھ میں اپنے ربِّ رحیم اور مولائے رؤف سے جا ملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خدمت خلق ـــــ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب کے حوالہ سے یہ بات مجھ تک پہنچی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "ہمارے شیخ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کی حیثیت ایک شفیق باپ اور ایک مہربان مربّی کی سی تھی۔ وہ طلبہ میں گھل مل کر رہتے تھے۔ ان کے ساتھ کھاتے پیتے تھے اور ان سے خدمت لینے کے بجائے اُلٹا ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھتے تھے۔ اس ضمن میں شیخ کے اس معمول کا ذکر عام لوگوں کے لئے باعثِ حیرت ہوگا۔ اور بہت ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو اس کا یقین ہی نہ آئے، لیکن حضرت شیخؒ کے تمام تلامذہ اور احباب گواہ ہیں کہ حضرت شیخؒ ہر روز جبکہ طلبہ ابھی خواب شیریں کے مزے لے رہے ہوتے تھے طلبہ کے لئے لوٹوں میں پانی بھر دیا کرتے تھے۔ طلبہ جب فجر کی نماز کیلئے بیدار ہوتے تو انہیں وضو کے لئے لوٹے پانی سے بھرے ملتے تھے۔

مولانا غلام اللہ خاں فرماتے ہیں کہ ۔ ابتدا میں جب میں وہاں گیا اور کئی روز مسلسل مجھے مسجد کے لوٹوں میں پانی بھرا ہوا ملا۔ تو مجھے حیرت ہوئی، چنانچہ میں نے ایک طالب علم سے جو وہاں ہم سے پہلے پڑھ رہا تھا دریافت کیا کہ ہم پر اتنا مہربان کون ہے کہ ہمیں خبر تک نہیں ہوتی اور وہ ہمارے لئے لوٹوں میں پانی بھر دیتا ہے۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ خدمت حضرت شیخ خود ہی انجام دیتے ہیں تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ دوسری شب میں نے اس بات کی تصدیق کرنے کا فیصلہ کیا اور پوری رات بیداری میں گذاری۔ آخر شب جب پانی کے برتنوں کے اٹھانے رکھنے کی آوازیں آئیں تو میں دبے پاؤں اپنی جگہ سے اٹھ کر آہستہ آہستہ مسجد کی جانب گیا، وہاں دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخؒ لوٹوں میں پانی بھر رہے ہیں۔ میں نے ان سے ڈول لے کر خود پانی بھر دینا چاہا، لیکن شیخؒ نہ مانے اور مجھ سے فرمانے لگے۔ "کیا تم نہیں چاہتے کہ جو لوگ خدا کے دین کا علم حاصل کرتے ہیں ان کی تھوڑی سی خدمت کا مجھے بھی ثواب مل جائے"

اخلاص ـــــ حضرت شیخ مولانا حسین علی صاحبؒ محض دولت علم و عمل سے ہی مالا مال نہ تھے، بلکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو مادّی دولت سے بھی نوازا تھا اور آپ اپنے علاقہ کے کافی بڑے زمیندار تھے۔ زمین سے انکو کافی آمدنی ہوتی تھی۔ آپ اس آمدنی کو علوم قرآن، حدیث حاصل کرنے والے طلبہ پر خرچ فرما دیا کرتے تھے۔ گویا آپ اپنے گھر سے کھلا پلا کر لوگوں کو قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے۔ حضرت استاذ مولانا عبدالحی صاحب کوٹ

مومن والے جو کہ حضرت شیخ کے شاگرد اور مرید ہیں بیان فرماتے ہیں کہ آپ تمام طلبہ کو روٹی اپنے گھر سے دیا کرتے تھے اور روٹی بھی ایسی جو عام طور پر لوگ مہمان کو دیا کرتے ہیں ۔ تنور کی بڑی روٹی پر کافی سارا تازہ مکھن رکھ کر دیا کرتے تھے اور خود اکثر طلبہ کے بچے ہوئے ٹکڑے ہی شوق سے کھایا کرتے تھے ۔ ایک بار حضرت شیخؒ کے لڑکے ——— نے آپ کی اس فیاضی کو دیکھ کر شکایت کی کہ آپ سب کچھ اُن پر خرچ کر دیتے ہیں ۔ گھر کا کچھ خیال نہیں فرماتے ۔ تو حضرتؒ نے فرمایا ۔ "بیٹا تم کو ان طلبہ کا احسان مند ہونا چاہئے کہ ان کی وجہ سے خدا ہمیں عزّت کے ساتھ رزق دے رہا ہے ۔" شیخؒ انتہائی طور پر سادہ طبیعت اور منکسر المزاج تھے

کھدر کا کُرتہ اور تہبند زیب تن فرماتے تھے اور سر پر دستار (پگڑی) باندھتے ، ہل چلاتے اور کھیتی باڑی کرتے اور دیگر کام انجام دینے میں کبھی عار محسوس نہ کرتے تھے ۔ ایک بار دہلی کے ایک عالم ، شیخؒ کے علم و فضل کا شُہرہ سُن کر "واں بھچراں" پہنچے ۔ اس وقت حضرت شیخؒ مٹی کا گارا بنا کر گھر کی دیوار مرمت کرنے میں مشغول تھے ۔ انہوں نے لوگوں سے حضرت شیخ کے بارے میں دریافت کیا تو کسی نے اشارہ سے ان کی رہنمائی کی ، مگر شیخ کو اس حالت میں دیکھ کر انکو یقین نہ آیا ، لیکن جب انہیں بتایا گیا کہ اُن سے مذاق نہیں کیا گیا بلکہ وہ جس صاحب (مولانا حسین علیؒ) کی جستجو میں دہلی سے یہاں تک پہنچے ہیں وہ یہی ہیں تو وہ شخص انگشت بدنداں رہ گئے ۔ کچھ دنوں کے بعد جب وہ "واں بھچراں" سے واپس جا رہے تھے تو اُن کی زباں پر یہ الفاظ تھے کہ "مجھے اس درجہ علم و فضل کا مالک اور عالم باعمل مرکز ہندوستان دہلی میں بھی نظر نہیں آیا ۔"

حضرت شیخ تکلّفات کے بالکل قائل نہ تھے ۔ جب کوئی آدمی آپ سے ملنے یا مسئلہ پوچھنے آتا تو اس کے ساتھ سادگی اور بے تکلفی سے پیش آتے ۔ آپ اپنی زمین میں کھیتی باڑی میں مصروف ہوتے ۔ کوئی اگر تلاش کرتا ہوا وہاں آجاتا تو اسے وہیں ریتلی زمین پر بٹھا دیتے اور تسلّی بخش جواب دیتے ۔ حضرت شیخؒ کے ایک مرید مولوی محمد شریف صاحب امرتسری (مقیم سرگودھا) کا بیان ہے کہ حضرت شیخؒ اپنے باجرہ کی فصل کی حفاظت کے لئے خود تشریف لیجاتے اور چڑیوں کو اونچی آواز سے ہٹاتے تھے اور دوپہر کو قیلولہ کرنے کے لئے ایسے ہی کسی درخت کے نیچے زمین کے "بنے" پر سر رکھ کر لیٹ جاتے ۔ کوئی یہ تمیز نہیں کر سکتا تھا کہ یہ اتنے بڑے علم و فضل کے مالک بزرگ ہیں یا ایک عام دیہاتی کسان ہے ۔

باقی ص ۳۷ پر

جناب قیوم نواز حسرت
ڈیرہ اسماعیل خان

زندگی گزارنے کا طریقہ

کیا یہ زندگی ہے کہ صبح اُٹھے اور شام کو سو گئے۔ ہرگز نہیں۔ اس زندگی سے تو موت بہتر ہے۔

وہ لوگ دنیا میں کیا جئے جنہوں نے دنیا کی رنگینیوں میں کھو کر خدا کو بھلا دیا۔ حتیٰ کہ انہیں یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ وہ کس لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

کیا صرف کھانے پینے اور سونے کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تمہارے پیدا کرنے کا مقصد تو یہی تھا کہ خدا کے دیئے ہوئے قانون کے مطابق زندگی گذارو۔

میرے دوستو! ذرا ہم خوابِ غفلت سے جاگ کر دیکھیں کہ ہم پر کون کونسی ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں۔

زندگی کا مقصد اس وقت حاصل ہو سکتا ہے، جب ہمیں ایک دوسرے سے ہمدردی ہو اور ہم ایک دوسرے کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہوں، مگر مشینی مجسموں کی طرح آج کا انسان بھی ایکدوسرے سے ہمدردی کرنا تو درکنار کسی معذور شخص سے ہمدردی کی چند باتیں کرنے میں بھی عار محسوس کرتا ہے۔

مَیں یہاں کسی پر طنز نہیں کر رہا ہوں بلکہ اپنے حالات کی عکاسی کر رہا ہوں۔ اگر میرے حالات میں کسی کو اپنا چہرہ نظر آئے تو خدا کے لئے سوچئے اور اپنی کوتاہیوں کو دور کیجئے، کیونکہ ہم اپنی حقیقت کو بھول چکے ہیں۔ ہمیں اپنے جذبات کا خیال ہوتا ہے اور دوسروں کے جذبات کو کچل دینے میں ہمیں خوشی محسوس ہوتی ہے۔ ہم میں صبر و تحمل کا نشان تک نہیں۔ ہم اپنے مزاج کے مخالف کوئی بات گوارا نہیں کر سکتے۔

کیا اسے ہمدردی کہتے ہیں؟ اور کیا یہی زندگی گذارنے کا طریقہ ہے؟ حالانکہ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ ایکدوسرے کے ساتھ ہمدردی کریں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّو بیاں

ہم سے تو کچھ بھی نہ ہو سکا۔ نہ ہم نے "عبادت" کی اور نہ ہی "عیادت"۔

آج ہم دَر دَر کی ٹھوکریں کیوں کھا رہے ہیں؟ ۔ ہماری نظریں دوسروں کی کمائی پر کیوں لگی ہوتی ہیں؟ ہم دینے والے کی بجائے لینے والے کیوں بن چکے ہیں؟ ہماری مشکلات کیوں بڑھ رہی ہیں؟ ہم قسم قسم کی بیماریوں میں کیوں مبتلا ہیں؟

یہ سب کچھ ہماری غلط روی کی سزا ہے۔ اب بھی اگر ہم چاہیں کہ ہماری مشکلات ختم ہوں تو ہمیں چاہیئے کہ ہم اغیار کے آگے جھکنے کی بجائے اپنے رب کے آگے جھکیں تا کہ ہماری پریشانیاں دور ہوں اور ہمیں دَر دَر کی ٹھوکروں سے نجات ملے ۔اور ہمیں ایک دوسرے کا ہمدرد بن جانا چاہیئے۔

کراچی میں

۔ کراچی کے احباب کی آسانی کے لئے اب رسالہ "انوارِ مدینہ" کراچی شہر میں مندرجہ ذیل بکسٹالوں سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

۱۔ طاہر بکڈپو، ٹرام جنکشن صدر :
۲۔ اقبال بُک ہاؤس " "
۳۔ خان محمد بکڈپو " "
۴۔ موڈرن بکڈپو " "
۵۔ عبدالغفور بکسٹال " "
۶۔ ایم ۔ ایس نیوز ایجنسی ریگل صدر
۷۔ احمد کتب فروش " "
۸۔ لائٹ آف پاک اسٹال، برنس روڈ
۹۔ جنرل بکڈپو، ویر روڈ
۱۰۔ نیو تاج بکسٹال ۔ لی مارکیٹ
۱۱۔ کوہ نور بکسٹال ۔ " "
۱۲۔ آزاد پاکستان بکسٹال۔ " "
۱۳۔ عوامی بکسٹال بولٹن مارکیٹ
۱۴۔ سراج بکسٹال ناظم آباد
۱۵۔ غلام مصطفےٰ اسٹال، ناظم آباد
۱۶۔ فرنٹیئر بکسٹال۔ شیر شاہ کالونی
۱۷۔ رحمان نیوز ایجنسی۔ نیو ٹاؤن
۱۸۔ محمد سعید کتب فروش۔ جامعہ مسجد نیو ٹاؤن
۱۹۔ حاجی بکسٹال ۔ جونا مارکیٹ
۲۰۔ ممتاز نیوز ایجنسی۔ باغیچہ
۲۱۔ عارف بکسٹال۔ میمن سوسائٹی کھڈہ

نوٹ :۔ رسالہ "انوارِ مدینہ" کے تازہ اور پرانے پرچوں کے لئے درج ذیل پتہ پر صرف ایک کارڈ لکھ کر معلومات کرلیں۔

پتہ : محمد رمضان میمن ۔ ایجنٹ دینی جرائد، مدرسہ تعلیم الفرقان ۔ توحید نگر، چاکیواڑہ۔ کراچی ۲

مولانا حبیب الرحمٰن شروانی

عُلماءِ سلف

● ابوعمرو بن العلاء (امام ادب) ایک زمانے میں سفاک حجاج ابن یوسف کے خوف سے صحرائے عرب میں بھاگے پھرتے تھے۔ ادھر تو جان لے لالے پڑ رہے تھے، اُدھر اس علامۂ ادب کو یہ تلاش تھی کہ آیا لفظ "فرجہ" (بمعنی کشائش) بالضم ہے یا بالفتح، ایک روز اثناءِ بادیہ پیمائی میں ایک قائل کو انہوں نے یہ شعر پڑھتے سُنا ؎

ربما تجزع النفوس من الامر لہ فَرجَۃ کحلّ العقال

فَرجہ کو اس نے زبر سے ادا کیا۔ یہ شعر پڑھ کر وہ بدوی، ابوالعلاء کی طرف مخاطب ہوا، اور کہا سُنتے ہو، ظالم حجاج مرگیا۔ ابوالعلاء کہتے ہیں کہ مجھ کو اس وقت یہ تمیز نہ ہوسکا کہ آیا میں کس بات سے زیادہ خوش ہوا، لفظ فرجہ کی صحت ہوجانے سے یا اپنے عدوئے جانی کی خبرِ وفات پانے سے۔

اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شیفتۂ علم کے نزدیک ایک ایک علمی مسئلہ جان کے برابر عزیز تھا۔

● حضرت امام زہری کا مطالعہ کے وقت یہ عالم ہوتا کہ ادھر ادھر کتابیں ہوتیں اور ان کے مطالعے میں ایسے مصروف ہوتے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی۔ بی بی کو کب گوارا ہوسکتا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی اس قدر گنجائش شوہر کے دل میں ہو، ایک روز بگڑ کر کہا۔ واللہ لھذہ الکتب اشد علی من ثلث ضرائر یعنی قسم ہے رب کی یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے زیادہ بھاری ہیں۔

● امام داؤد ظاہری ناقل ہیں کہ میری محفل میں ایک روز ایک شخص ابویعقوب بصری نامی شکستہ حال وارد ہوئے اور بدوں کسی اشارے کے خود بخود صدر میں آ بیٹھے اور فخریہ لہجے میں مجھ سے کہا۔ سَل یا فتیٰ

عما بدالك ۔ (اے جوان! تیرے دل میں جو آئے مجھ سے پوچھ لے) مجھ کو ان کی مشیخت پر سخت غصہ آیا اور استہزاءً میں نے کہا کہ حجامت (پچھنے لگوانا) کی نسبت کچھ فرمائیے۔ ابو یعقوب نے بارک اللہ کہا اور سب سے اول محدثانہ اور فقیہانہ گفتگو شروع کی۔ حدیث افطر الحاجم والمحجوم روایت کر کے بیان کیا کہ کس راوی نے اس کو "مسند" اور کس نے "موقوف" اور کس نے "مرسل" روایت کیا ہے اور فقہاء میں کس کس کا عمل اس پر ہے۔ اس کے بعد انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھنے لگوانے کے مختلف طریقے بیان کئے اور اس اُجرت کا ذکر کیا جو آپ نے حجام کو مرحمت فرمائی تھی اور یہ ثابت کیا کہ اگر اجرت حجام حرام ہوتی تو آپ مرحمت نہ فرماتے، پھر ایک اور حدیث کے طرق روایت سنائے جس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھری شاخیں کھوائی تھیں۔ پھر اس باب کی تمام احادیث صحیحہ، متوسطہ اور ضعیفہ کو علی الترتیب بیان کیا۔ اصولِ حدیث و فقہ کے مطابق اس قدر بحث کے بعد وہ طب کی طرف جھکے اور اطباء کی جو رائے حجامت کی نسبت مختلف زمانوں میں رہی ہے مشرح کہہ سنائی۔ طب کے بعد تاریخ کا منبر تھا۔ آخرِ کلام میں انہوں نے یہ ثابت کیا کہ سب سے اول یہ عمل اصفہان میں ایجاد ہوا تھا۔

امام ظاہری فرماتے ہیں کہ میں یہ وسعتِ تقریر دیکھ کر متحیر رہ گیا اور ان کی طرف مخاطب ہو کر کہا واللہ ما حقرت بعدك احدا ابدا۔ یعنی میں بعد تمہارے کسی کو بہ نظر حقارت نہیں دیکھونگا۔

فن ادب کے مشہور امام "کسائی" ایک مجلس علماء میں اکثر جایا کرتے تھے۔ ایک دن جو وہاں پہنچے تو بہت خستہ ہو گئے تھے۔ اپنی خستگی ظاہر کرنے کے لئے انہوں نے کہا "عییت" (بالتشدید) یعنی میں تھک گیا۔ اہلِ مجلس نے ٹوکا کہ تم غلط لفظ استعمال کر رہے ہو، انہوں نے وجہ دریافت کی تو جواب ملا کہ اگر تمہاری مراد ماندگی ہے تو اعییت کہو۔ اور اگر درماندگی کا اظہار مقصود ہے تو لفظ عییت (بالتخفیف) استعمال کرو۔

"کسائی" کے دل پر اس اعتراض سے ایک چوٹ لگی اور فوراً مجلس سے باہر نکل آئے" اور یہ تہیہ کر لیا کہ وہ فن سیکھنا چاہیئے، جس سے پھر آئندہ ایسی خفت کسی محفل میں حاصل نہ ہو۔

یہ عزم کر کے فن ادب کے استادِ یگانہ خلیل بصری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پڑھنا شروع کیا، مگر جو رُتبۂ امامت ان کو اس فن میں ملنے والا تھا۔ اس کے حصول کے لئے خلیل کی مجلس کافی

نہ تھی، ایک دن ایک بدوی نے ان پر طعن کیا کہ تم کانِ ادب بنی تمیم اور بنی اسد کو چھوڑ کر عربیت حاصل کرنے بصرے آئے ہو، یہ چبھتا ہوا فقرہ کسائی کے دل میں اثر کر گیا۔ اور اپنے علامہ استاد سے کسی موقع پر انہوں نے پوچھا کہ آپ نے فنِ ادب کہاں سیکھا؟ استاد نے جواب دیا کہ حجاز، تہامہ، اور نجد کے جنگلوں میں۔ یہ سُن کر کسائی کے سر میں تازہ سودا پیدا ہوا۔ اور شہر چھوڑ کر صحرا کی راہ لی اور قبیلہ در قبیلہ اتنے پھرے کہ اس فن کے امام بن گئے۔

کیا مبارک تھی کسائی کی غلطی، جس نے لاکھوں کروڑوں آدمیوں کو صحیح عربی پر قادر کر دیا۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگلے مسلمانوں کی علمی حمیت کیسی حساس تھی جس کو جوش میں لانے کے لئے ادنیٰ تحریک کافی ہوتی تھی۔ (ماخوذ از کتاب "علمائے سلف اور نابینا علماء")

بقیہ : ص ۳۲

اسی طرح کا ایک اور واقعہ مولوی محمد شریف صاحب نے سنایا کہ ایک بار ضلع کے ڈی سی آپ سے ملنے کے لئے آئے اس وقت آپ گندم کی فصل کو صاف کر رہے تھے، یعنی دانہ الگ اور بھوسہ الگ اور تر نگل سے اڑا رہے تھے۔ آپ کو اطلاع دی گئی کہ ڈی سی صاحب ملنے آئے ہیں۔ آپ ان سے ملے اور ایک برتن میں شکر کا شربت بنایا اور پھر اسے اپنی پگڑی کے ایک طرف سے چھان کر پیالہ بھر کے ڈی سی صاحب کو دیا اور فرمایا اسے پیو (پی لو) ہوا چل رہی ہے، اگر رُک گئی تو میری گندم رہ جائے گی۔ ڈی سی صاحب آپکی اس سادگی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور پھر واپس چلے گئے۔

ڈومیلی تحصیل پنڈی گھیپ کے حافظ نور محمد صاحب کا بیان ہے کہ شیخ کا قرآن سنانے اور توحید و اصلاح افعال شرکیہ کا شوق جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ کوئی شخص اگر اپنے ذاتی کام کے لئے بھی حضرت شیخ کے پاس حاضر ہوتا تو اسے توحید کی دعوت دیتے اور قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھ کر اس کی تشریح کرنا اپنا فرض خیال فرماتے، اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے قید خانہ میں جب دو قیدیوں نے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے انہیں خدا کی وحدانیت سے آگاہ فرمانا ضروری سمجھا تھا۔ حضرت شیخ کا ارشاد ہے کہ "توحید اپنے بیان کے لئے کسی تمہید کی محتاج نہیں"۔

غزل

حضرت سید نفیس مدظلہ

آج روزِ سعید ہے ساقی — لاصبوحی، کہ عید ہے ساقی
دوستوں کا فراق لائی ہے — عید، غم کی نوید ہے ساقی
رُوئے جاناں کو ڈھونڈتی ہے نگاہ — حسرتِ باز دید ہے ساقی
نا اُمیدی سے کیا ہمیں نسبت — تُو ہماری اُمید ہے ساقی
زاہدِ خود پسند کیا جانے — وقت کا بایزیدؒ ہے ساقی
اللہ اللہ فریدِؒ ثانی ہے — یعنی فردِ فرید ہے ساقی
وہ مرے قلب میں فروکش ہیں — اُن سے گفت وشنید ہے ساقی
میکشانِ الست وجد میں ہیں — شورِ ھَلْ مِنْ مَّزِید ہے ساقی
نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ کی دُھن پر — رقصِ حبل الورید ہے ساقی
عشق کی دسترس سے دُور نہیں — عقل سے جو بعید ہے ساقی
عہدِ حاضر میں اہلِ حق کا امام — سیّد احمد شہیدؒ ہے ساقی
صبحِ نو کی شفق کو غور سے دیکھ — رنگِ خونِ شہید ہے ساقی
سوچ، کیا وقت کا تقاضا ہے — دیکھ، دَورِ جدید ہے ساقی

لوگ کہتے ہیں جس کو شاہ نفیسؔ
تیرا ادنیٰ مُرید ہے ساقی

لمحاتِ اخیر

★ حضرت مولانا جمیل احمد میواتی ★

آخرت میں کامیابی کا دار و مدار خاتمہ بالخیر ہونے پر موقوف ہے۔ کسی کو یہ خبر نہیں کہ اس کا خاتمہ کیسا ہونے والا ہے۔ عوام کی تو بات ہی چھوڑیئے، اہل اللہ بھی اس بارے میں لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ جو جتنا بڑا مرتبہ اطاعتِ خداوندی میں رکھتا ہے۔ یہ ہی دیکھا سُنا اور پڑھا ہے کہ ان حضرات پر اتنا ہی زیادہ خوف طاری رہتا ہے۔ اس لئے ہر انسان کو چاہیئے کہ حتی الوسع نیکی کمائے، گناہوں سے بچے اور اس پر بھی اپنے انجام کے بارے میں ڈرتا رہے۔

ایک واقعہ سنا بھی ہے اور کتابوں میں پڑھا بھی ہے کہ کسی محلہ میں ایک بزرگ رہتے تھے جس راستہ سے وہ نماز کو تشریف لے جاتے اسی راستہ میں ایک منہ پھٹ عورت کا مکان تھا۔ اس عورت نے ایک بکرا پال رکھا تھا جس کی ٹھوڑی کے نیچے بال تھے۔ وہ عورت ازراہِ تمسخر ان بزرگ سے گاہے گاہے کہتی رہتی کہ میاں تمہاری ڈاڑھی اچھی ہے یا میرے بکرے کی؟ ۔ وہ بزرگ نہایت تحمّل سے جواب میں ارشاد فرماتے کہ اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہوگیا تو میری ڈاڑھی اچھی ہے ورنہ تیرے بکرے کی ڈاڑھی اچھی ہوگی!

واضح ہو کہ جن کی زندگی تقویٰ و طہارت پر گذرتی ہے ان خوش نصیبوں کو خاتمہ بالخیر نصیب ہوجاتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ پھر ان کے قلب میں بے چینی کیوں رہتی ہے، تو جواب یہ ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عنایت ہی ہے کہ کہیں نفس مغرور ہوکر سرکشی اختیار نہ کرے۔ ان باتوں کے باوجود بھی یقین سے تو کوئی کہہ نہیں سکتا کہ کیا ہونے والا ہے۔ جسقدر طبیعت میں اضطراب ہوگا اسقدر بارگاہ ایزدی سے رحمت و بخشش کا ملتجی ہوگا۔

کسی بزرگ سے کسی ایسے بادشاہ نے سوال کیا جو مسلمانوں سے انتہائی نفرت کرتا تھا کہ تو بہتر ہے یا میرا کُتا بہتر ہے۔ حضرت نے نہایت ہی بُردباری سے جواب میں فرمایا کہ میاں اگر خاتمہ اچھا ہوگیا تو میں بہتر ورنہ تیرا کُتا ہی بہتر ہوگا۔

ذیل میں چند برگزیدہ مشہور و معروف اہل اللہ کے وقتِ وفات کے حالات درج کیے جاتے ہیں جنہوں نے ساری عمر محنت و مشقت جھیل کر پاکدامنی کو باقی رکھا۔

۱۔ شیخ الشیوخ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز کی وفات کا واقعہ یوں درج ہے کہ آپ کے داماد حضرت بدرالدین اسحاقؒ جو خود بھی بڑے اونچے درجہ کے بزرگ تھے، فرماتے ہیں کہ جب حضرت بابا صاحب پر غشی طاری ہوگئی تو ہوش میں آنے پر فرمایا کہ کیا میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا۔ حضرت مع وتروں کے ادا فرمالی ہے۔ اسی طرح تین مرتبہ آپ نے نماز عشاء ادا فرمائی اور فرمایا میرا وہ خرقہ جو میرے پیر و مرشد نے عطا فرمایا تھا درویش نظام الدین (اولیاء محبوب الٰہی) کو پہنچا دینا۔ پھر آپ نے وضوء کے لئے پانی طلب فرمایا، اور وضوء کیا، پھر دوگانہ ادا فرمایا۔ اور سجدے ہی کی حالت میں "یا حیّ یا قیوم" کہتے ہوئے وصال فرمایا۔ (سیر العارفین)

سبحان اللہ کیا شان و مرتبہ نصیب ہوا۔

۲۔ آپ کے ہمعصر و یار حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی نوراللہ مرقدہ کا جب وصال ہوا تو آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ صدرالدین عارف رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت اپنے حجرہ میں تھے کہ آواز آئی "دوست بدوست رسید" ۔ میں یہ آواز سن کر گھبرایا ہوا حجرہ مبارک میں گیا۔ دیکھا تو حضرت وصال فرما چکے تھے۔ (فوائد الفوائد)

۳۔ حضرت شیخ حمیدالدین ناگوری نوراللہ مرقدہ، جو حضرت شیخ زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی اور شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی نوراللہ مرقدہ کے مرید تھے۔ نیز بعد میں حضرت قطب الدین بختیاری نوراللہ مرقدہ سے بھی فیض حاصل کیا اور آپ سے بھی خلافت و اجازت حاصل کی اور اسی بناء پر چشتی مشہور ہوئے، رمضان شریف کے مہینہ میں تراویح کے بعد وتر کی نماز کے سجدہ میں گئے تو اسی حالت میں روح مبارک پرواز کر گئی۔ (بزم صوفیہ۔ ص ۸۵)

۴۔ سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء نوراللہ مرقدہ نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ارشاد فرما رہے ہیں کہ "نظام تم سے ملنے کو جی چاہ رہا ہے"۔ اس خواب کے بعد سے سفر آخرت کے لئے بے چین رہنے لگے۔ وفات سے چالیس دن پہلے کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔ جب خدام کھانے کا اصرار کرتے تو ارشاد فرماتے کہ جو حضور نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کا مشتاق ہو وہ دنیوی کھانا کیا کھائے؟ دوا پینے کے لئے کہا جاتا تو ارشاد فرماتے ۔"درد مندے عشق را دارو بجز دیدار نیست ‘‘۔ اسی حالت میں صبح کی نماز ادا فرمائی اور طلوع آفتاب کے وقت ۸ ار ربیع الاول ۷۲۵ھ کو دہلی میں وصال فرمایا ۔ جنازہ کی نماز حضرت شیخ زکریا ملتانی نوراللہ مرقدہ کے پوتے حضرت شیخ صدرالدین عارف رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم المرتبت صاحبزادے حضرت رکن الدین رکن عالم نوراللہ مرقدہ نے پڑھائی ۔

۵ ۔ شیخ بدرالدین اسحٰق چشتی نوراللہ مرقدہ نے ۶۹۰ھ میں پاک پٹن شریف میں انتقال فرمایا ۔ حضرت محبوب الٰہی قدس اللہ سرہٗ العزیز آپکی وفات کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں ۔" انہوں نے صُبح کی نماز با جماعت ادا فرمائی اور اوراد و وظائف میں مشغول ہو گئے ۔ پھر اشراق کے نوافل ادا فرمائے اور پھر اوراد میں مشغول ہو گئے حتیٰ کہ چاشت کا وقت آگیا ۔ چاشت کے نوافل ادا کر کے سر بسجود ہوئے اور رحمتِ حق سے پیوست ہو گئے ۔ آپکی قبر شریف پاک پٹن شریف کی جامع مسجد کے صحن میں ہے ۔ (سیرالاولیاء ۔ ص ۱۷۷ ، ۱۷۸)

۶ ۔ شیخ عالم حضرت رکن الدین رکن عالم نوراللہ مرقدہ نے حضرت محبوب الٰہی سلطان جی نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہٗ العزیز سے دس سال بعد وفات پائی ۔ وفات سے تین ماہ پہلے لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا تھا ۔ صرف نماز با جماعت کے لئے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لاتے ۔ ۱۶ رجب ۷۳۵ھ کو عصر کے بعد اپنے مرید مولانا ظہیرالدین رحمۃ اللہ علیہ کو بُلا کر ارشاد فرمایا ۔" ہماری تجہیز و تکفین کا سامان تیار کرو "۔ اسی روز صلوٰۃ الاوابین پڑھ رہے تھے کہ عین سجدہ کی حالت میں وصال فرمایا ۔ (خزینۃ الاصفیا ۔ ج ۲ ۔ ص ۵)

۷ ۔ قطب العالم حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی لاہوری قدس اللہ سرہٗ العزیز اپنے مریدوں کے درمیان تشریف رکھتے تھے ، جس میں آپ کے ممتاز خلفاء عظام بھی موجود تھے ، کہ اچانک سر بسجود ہوئے اور اسی حالت میں واصل الی اللہ ہوئے ۔ لاہور میں دفن ہوئے ۔ آپ کے مشہور خلیفہ شیخ علم الدین چونی وال بھی تھے ۔ جو آج کل تحصیل چونیاں کہلاتی ہے ۔ آپ کا مزار شہر چونیاں سے جو سڑک ٹھنگ موڑ کو جاتی ہے راستہ پر واقع ہے ۔ ایک چھوٹی سی اسی زمانہ کی مسجد بھی ہے آجکل یہاں ایک پرائمری اسکول ہے ۔ سڑک کے بائیں طرف عام قبرستان ہے ۔ شیخ علم الدین رحمۃ اللہ علیہ ذات کے دھوبی نہ تھے ، یہ لوگوں میں غلط مشہور ہو گیا ہے ۔ آپ کی وفات ۹۱۶ھ میں ہوئی ۔ (خزینۃ الاصفیا ۔ ج ۲ ۔ ص ۸۱ ۔ ۸۲)

۸ ۔ حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نوراللہ مرقدہ چاچڑاں شریف والے حضرت خواجہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ

کے صاحبزادے ہیں۔ آپ نسباً فاروقی ہیں۔ ملک بھر میں آپ اپنے عشقیہ کلام کی وجہ سے مشہور ہیں۔ بڑے جلیل القدر بزرگ تھے۔ آپ کی وفات کی تفصیل اس طرح ہے۔ بوقت سحر چہار شنبہ ۶ ربیع الثانی کو پلنگ پر آرام فرمارہے تھے، دایاں ہاتھ سینے پر تھا، کمال استغراق کی حالت تھی اور شغل اسمِ ذات میں مصروف تھے، حتیٰ کہ مغرب کے وقت وصال فرمایا۔ مرض الوفات میں اکثر اوقات آپ کی زبان مبارک پر یہ شعر جاری رہتا تھا ؎

گذرا دیلہ ہسن کھیڈن دا ۔۔۔ آیا وقت فرید چلن دا

۹۔ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی چشتی نظامی نور اللہ مرقدہ اپنے وقت کے کامل بزرگوں میں سے تھے۔ حضرت خواجہ فخر الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے خلیفۂ اعظم تھے۔ آپ ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔۔۔ "مکھن لے گیا پنجابی۔ چھاچھ (لسی) پیو سنسارؒ" وفات سے پہلے اکثر آپ خاموش رہتے تھے، دنیا سے بے تعلقی وخاموشی اختیار فرمالی تھی۔ کسی نے آپ کی خاموشی کا سبب دریافت کیا۔ تو ارشاد فرمایا، "میری گفتگو تفسیر وحدیث ہے، کس سے کہا جائے اور کون سمجھے۔ مرض الموت میں مریدوں کے اصرار پر خواجہ محمد عاقل مرحوم نے پوچھا۔ حضرت مزار کہاں بنایا جائے۔ فرمایا۔

من غیب داں نیستم، حق تعالیٰ می داند کہ کجا خواہند مُرد؟

آخر ۳ ذالحجہ ۱۲۰۵ھ میں رحلت فرمائی۔ (مناقب المحبوبین ص ۱۰۴)

۱۰۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی نور اللہ مرقدہٗ، وفات سے کچھ دن پیشتر آپ یہ شعر بڑی کثرت سے پڑھتے تھے ؎ آہن کہ بپارس آشنا شد ۔۔۔ فی الحال بصورت طلا شد

کبھی کبھی یہ شعر بھی وردِ زباں ہوتا۔ ؎

اگر گیتی سراسر باد گیرد ۔۔۔ چراغِ مقبلاں ہرگز نمیرد

۱۲۶۷ھ کو صفر کا چاند نظر آیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا، خدا خیر کرے، چنانچہ ۷ صفر کو وصال فرمایا۔ "بگفت او آفتابِ چشتیاں بود" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ (مناقب المحبوبین ص ۳۱۸)

۱۱۔ سُلطان المشائخ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہٗ نے نصف رمضان المبارک شبِ جمعہ کی مبارک ساعت شروع ہونے پر روزہ ہی کی حالت میں وصال فرمایا۔ اپنے منجھلے صاحبزادے و سجادہ نشین حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہم العالی سے بار بار ارشاد فرماتے "کیا روزہ افطار ہوگیا"۔ اور پھر

باقی ص ۵۵ پر

رثاء

سید العارفین نور الزاهدین العلامة الحافظ حبیب الله المهاجر المدنی المکی قدس سره

بقلم المحدث الفاضل العلامة محمد موسیٰ الروحانی البازی ادام الله فیضه

قفا نبك الحبيب من الفراقِ ‌‌ بمكّةَ فالمدينة فالعِراقِ

میرے دو رفیقو! ٹھہرو۔ حبیب کے فراق میں روئیں، ‌‌ مکہ مدینہ اور عراق میں

ايا سُعدیٰ، ارحمينا، لا تَبِينِي ‌‌ فحينٌ للورىٰ بَين الفُواقِ

اے محبوب۔ ہم پر رحم کر کے جُدا نہ ہونا، ‌‌ کیونکہ آپکا ایک لمحہ فراق دوستوں کیلئے موت کا باعث ہے

و صبُّك ذُو الهوىٰ العذريّ يبكي ‌‌ بكاءً بعد يأسٍ من تلاقِ

آپکا محب سچی محبت والا سخت ماتم کنندہ ہے، ‌‌ ملاقات سے ناامید ہوجانے کے بعد سے۔

وهِمنا اذ اَصابَتنا الرّزايا ‌‌ وفَارقَنا كريمٌ ذو خلاقِ

ہم حواس باختہ ہوئے۔ جب کہ ہمیں مصائب پہنچے ‌‌ اور ہم سے جُدا ہوا نیک بڑے نصیب والا

حبيب الله حِبّ النّاس طرًّا ‌‌ نعاه اليوم ناعٍ في شهاقِ

مولانا حبیب اللہ۔ جو کہ سب لوگوں کا محبوب تھا۔ ‌‌ آج ایک شخص نے دھاڑیں مار مار کر اسکی موت کی اطلاع دی

على الدّنيا و ساكنها سلامٌ ‌‌ فما بعد الحبيب مِن ائتلاقِ

دنیا اور باشندگانِ دنیا کو ہمارا آخری سلام ہے۔ ‌‌ مولانا حبیب اللہ کے بعد اس میں روشنی نہیں آسکے گی۔

انرجو بعد هٰذا اليوم صفوًا ‌‌ وقد ولّٰى كريمٌ ذو فواقِ

کیا آج کے بعد بھی ہم خوشی کی امید رکھ سکتے ہیں؟ ‌‌ جب کہ نیک بخت بڑے نصیب والا ہم سے رخصت ہوا

اجار المصطفىٰ عشرينَ عامًا ‌‌ و اربعةً غريبًا باشتياقِ

لے چوبیس سال کعبہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ‌‌ کے پڑوس میں پڑوسی بن کر بڑے اشتیاق سے رہنے والے

اجارَ اللهِ ، و البيتِ المعلّٰی نجوتَ وفزتَ فی امرِ ارتفاقِ
اے اللہ اور خانہ کعبہ کے ہمسایے ! آپ کامیاب وکامران ہوئے سہولت حاصل کرنے میں

فَرَبِّ ، امْنحه ، اذ للجارِ حقٌّ نعيمًا باصطباحٍ واغتباقِ
اے اللہ ہمسایے کا بڑا حق ہوتا ہے سو آپ اپنے ہمسایے کو نعمتوں کے پیالے صبح وشام پینے کیلئے عنایت کیجئے

حبيبُكَ ، صِلهُ ، ربِّ ، وكُلُّ حِبٍّ يُواصِلُ حِبَّهٗ وَصْلَ اعتِناقِ
اے اللہ! وہ آپ کا حبیب ہے۔ اُسے اپنے ساتھ ملائیے ہر دوست اپنے دوست کو وصل اور معانقہ سے نوازتا ہے

نزيلُكَ ، ضَيِّفنه ، وكُلُّ مَلْكٍ يُحِلُّ نزيلهٗ اعلى المراقی
اے اللہ! وہ آپکا مہمان تھا۔ آپ اُسے عزت دیکر اپنا مہمان بنا دیں کیونکہ ہر بادشاہ اپنے مہمان کو اعلیٰ مقامات سے نوازتا ہے،

فمثلك كيف يخشٰی لفحَ نارٍ وجارُ حماه يُحمٰی من حراقِ
اے مولانا حبیب اللہ! آپ جیسے کو آگ کے شعلوں سے کیا خوف اس لئے کہ حرمِ خدا کا ہمسایہ آگ سے محفوظ ہوتا ہے۔

ومن يأتيه يُضحِی امنًا ان يُعنَّف فی قيادٍ اَو سياقِ
حسبِ اعلانِ قرآن جو حرم میں آجاتا ہے ۔ وہ فرشتوں کے سخت کھینچنے اور ہانکنے سے بے فکر ہوتا ہے ۔

ولستَ بميّتٍ بل انتَ حيٌّ من الطاعات و الكلِمِ البواقی
آپ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں، اپنی نیکیوں اور مبارک انفاس کے طفیل

ومن يحسبك ميتًا فهو غِرٌّ وكيف يموت ذُو الخُلق العُتاقِ
جو آپ کو مردہ سمجھتا ہے وہ نادان ہے اور کیونکر مرسکتا ہے نیک خصلت والا ۔

اَجِر رَبِّی غريبًا مُستجيرًا ببيتِ اللهِ من اهلِ النِّفاقِ
اے میرے رب ! پناہ دے اس غریب مسافر کو جو اہلِ نفاق سے بھاگ کر بیت اللہ کی پناہ لینے لگا ۔

و ربِّ ، امنَحْهُ فی الفردوسِ حُورًا يرُحنَ عليهِ بالكأسِ الدِّهاقِ
اے اللہ! اُسے جنتِ فردوس میں حوریں عنایت کر جو اس کی خدمت میں پُر پیالے پیش کرتی رہیں

وصيِّر قبرهٗ روضًا ، لياتی لديه رزقهٗ رغدًا بِهاقِ
اور اس کی قبر کو باغیچہ بنا دیں ۔ تاکہ مسلسل اسکے پاس پہنچتا رہے ۔ فراخ رزق بڑے بڑے برتنوں میں ۔

حضرۃ مولانا

قاری عبدالدیّان کلیم

ــــــ مولانا قاری فیوض الرحمٰن ایم اے

ولادت ــــ آپ ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۶ء کے لگ بھگ محلہ میٹھا خیل، نوشہرہ کلاں، ضلع پشاور میں شجاعت خان صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا مجاہد الحسینی صاحب بھی بڑے جید عالم ہیں۔
آپ نے ابتدائی تعلیم محلہ شلہ خیل نوشہرہ کے ایک بزرگ عالم مولانا ناصر الدین صاحب سے حاصل کی۔ آٹھ سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ سب سے پہلے تین سال کے عرصہ میں حافظ محمد کامل صاحب مدرس درجہ حفظ سے پورا قرآن پاک حفظ کیا، پھر شعبۂ فارسی میں داخلہ لیا، شعبۂ فارسی میں مکمل چار سال لگائے، ابتدائی صرف ونحو کی کتابیں مولانا قاری اصغر علی صاحب سے مدرسہ کے اوقات کے علاوہ خارج میں پڑھیں پھر آپ ۱۹۴۸ء میں واپس آگئے۔ اور باقی ماندہ کتابیں خیر المدارس ملتان میں پڑھیں۔ خیر المدارس میں آپ نے جلالین، فوز الکبیر، حسامی، شرح عقائد نسفی، میبذی، ملّاحسن، میر زاہد، غلام یحییٰ وغیرہ کتب کی تکمیل کی، بعد ازاں آپ جامعہ اشرفیہ لاہور میں تشریف لے آئے۔

اعلیٰ تعلیم ــــ ۱۹۵۳ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے سندِ فراغ حاصل کی۔ اُسی سال آپ دیوبند تشریف لے گئے اور دوبارہ دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند میں پڑھا، امتحان دیا اور دورۂ حدیث میں دوسری پوزیشن حاصل کر کے انعام حاصل کیا۔ دورۂ حدیث کے اساتذہ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا ظہور احمد صاحب، مولانا فخر الحسن صاحب اور مولانا مبارک علی صاحب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ دیوبند میں دورۂ حدیث آپ نے ۱۹۵۴ء میں پڑھا۔ اسی سال پنجاب سے مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ دورۂ حدیث کے دوران بخاری شریف پر حضرت مدنیؒ کی "تقریر بخاری" آپ نے لفظاً لفظاً نقل کی جس کا مکمل مسودہ آپ کے پاس موجود ہے۔ علمِ قراءت کی تحصیل آپ نے قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ سے کی۔

تدریسی خدمات ــــ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد پاکستان ماڈل ہائی سکول لائلپور میں ایک سال

تک مولوی فاضل کی پوسٹ پر تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر دارالعلوم فتح دین عبداللہ پور (لائلپور) میں مشہور تبلیغی بزرگ حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب کے ساتھ مل کر ۲ سال تک درسِ نظامی کی مختلف کتابیں پڑھائیں۔ بعدازاں آپ دسوہا ہائی سکول ضلع لائلپور میں تین چار سال تک اردو عربی پڑھاتے رہے۔

انبالہ مسلم سکول سرگودھا میں تقریباً دو سال تک آپ عربی، فارسی پڑھاتے رہے۔ سرگودھا کے قیام کے دوران آپ نے "تدریس اُردو گرامر" تصنیف فرمائی۔ اس کتاب کے ۱۲۸ صفحات ہیں، سرگودھا ریجن کے سکولوں کے منظور شدہ نصاب کے مطابق تھی۔

۲ ستمبر ۱۹۶۴ء کو اسلامیہ کالجیٹ سکول پشاور میں اسسٹنٹ ڈین کی اسامی پر آپ کا تقرر ہوا۔ تاحال اسی عہدہ پر مامور ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے "نوائے پاکستان" میں ۵۲ - ۱۹۵۳ء کے دوران "کیا انبیاء پر تنقید کرنا جائز ہے؟" کے عنوان پر ایک نہایت ہی تحقیقی مقالہ سپردِ قلم فرمایا جو تین اقساط میں شائع ہوا۔

صوفیانہ مسلک ــ حضرت مولانا مدنیؒ ہی کے دستِ حق پرست پر آپ نے بیعت کی اور انہی کے ہو کر رہ گئے، حضرت مدنیؒ آپ سے اولاد کا سا پیار کرتے تھے۔ آتے وقت انہوں نے آپ کو ایک قمیص بھی عطا فرمائی۔ حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ کی پگڑی بھی آپ کے حصہ میں آئی۔

ایک عظیم علمی خدمت ــ تقریباً دو سال کی لگاتار جدوجہد کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند کی سندِ فراغت کو ایم۔اے کے برابر قرار دلانے میں کامیاب ہوگئے ہیں، آپ کی یہ ایک عظیم علمی خدمت ہے جسے کسی صورت بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ہم اس کی کسی قدر تفصیل پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ قارئین کرام اندازہ فرما سکیں کہ آپ کو کن کن مشکلات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔

۱۹۷۱ء کے اوائل میں آپ نے وائس چانسلر صاحب پشاور یونیورسٹی کی خدمت میں یوں درخواست پیش کی:

"گذارش ہے کہ ۲ ستمبر ۱۹۶۴ء کو میری تقرری اسسٹنٹ ڈین کی حیثیت سے اسلامیہ کالجیٹ سکول پشاور یونیورسٹی میں ہوئی۔ تاحال اسی پوسٹ پر کام کر رہا ہوں۔ میرے تعلیمی کوائف حسب ذیل ہیں۔

۱۔ فاضل دیوبند۔ ۲۔ فاضلِ جامعہ اشرفیہ۔ ۳۔ مولوی فاضل۔ ۴۔ منشی فاضل۔ ۵۔ میٹرک (پشاور)۔

جہاں تک دارالعلوم دیوبند کے نصاب کا تعلق ہے، عرض ہے کہ اس کا نصاب ہماری یونیورسٹی کے ایم۔اے اسلامیات اور ایم۔اے عربی کے کورس سے کم از کم دس گنا زیادہ ہے اور جہاں تک فاضلِ دیوبند کی علمی قابلیت کا تعلق ہے، ہماری یونیورسٹی کے اسلامیات ڈیپارٹمنٹ میں دو سینئر لیکچرر موجود ہیں جو فاضلِ دیوبند ہیں۔ صدر شعبۂ اسلامیات (پشاور یونیورسٹی) سے دارالعلوم دیوبند کے نصاب کے متعلق تحقیق کی جا سکتی ہے۔ گورنمنٹ کالجوں میں بھی فاضلِ دیوبند کی بحیثیت لیکچرر تقرری ہوتی رہی مثال کے طور پر مولانا زاہد الحسینی صاحب فاضلِ دیوبند اور دوسرے مولانا انوار الحق صاحب صابرؔ فاضلِ دیوبند کے نام پیش کئے جاتے ہیں۔

بہرحال اتنی بات واضح ہے کہ پشاور یونیورسٹی شعبۂ اسلامیات میں اور گورنمنٹ کالج میں فاضلِ دیوبند لیکچرر کی حیثیت سے لئے گئے ہیں اور فی الحال کام کر رہے ہیں جو انگلش میں بی۔اے نہیں ہیں۔ اب میں چونکہ اپنے تعلیمی کوائف بڑھا کر مزید علمی ترقی حاصل کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا استدعا ہے کہ براہِ کرم اس کی وضاحت فرمائی جائے کہ فاضلِ دیوبند، پشاور یونیورسٹی کے کس امتحان اور ڈگری کے مماثل ہے تاکہ میں آئندہ تعلیمی ترقی جاری رکھ سکوں۔" (۹ اپریل ۱۹۷۱ء)

آپ کی اس درخواست کے جواب میں یکم مئی ۱۹۷۱ء کو جناب رجسٹرار صاحب پشاور یونیورسٹی کی طرف سے آپ سے فاضلِ دیوبند کے نصاب کی مکمل تفصیلات طلب کی گئیں، تاکہ دوسری ڈگریوں کے ساتھ اس کے مماثل ہونے کا اندازہ کیا جا سکے۔ (بحوالہ خط نمبر ۴۸۳ منجانب رجسٹرار صاحب، اردو ترجمہ از راقم)

آپ نے اس کے جواب میں یوں لکھا۔ "جامعہ قاسمیہ دارالعلوم دیوبند کا سلیبس اور نصابِ تعلیم پیش کر رہا ہوں:

عالمِ اسلام کی اس سب سے بڑی دینی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند میں مندرجہ ذیل بائیس علوم و فنون پڑھائے جاتے ہیں:

۱۔ صرف ۔ ۲۔ نحو ۔ ۳۔ معانی ۔ ۴۔ عروض ۔ ۵۔ ادب ۔ ۶۔ تاریخ ۔ ۷۔ منطق ۔ ۸۔ فلسفہ ۔ ۹۔ ہندسہ ۔ ۱۰۔ ہیئت ۔ ۱۱۔ تجوید و قراءت ۔ ۱۲۔ طب ۔ ۱۳۔ مناظرہ ۔ ۱۴۔ عقائد ۔ ۱۵۔ کلام ۔ ۱۶ اصول فقہ ۔ ۱۷۔ فقہ ۔ ۱۸۔ فرائض ۔ ۱۹۔ اصول حدیث ۔ ۲۰۔ حدیث ۔ ۲۱۔ اصول تفسیر ۔ ۲۲۔ تفسیر

یہ مختلف بائیس علوم وفنون منسلکہ نقشہ نصاب تعلیم کے مطابق چودہ سال میں پڑھائے جاتے ہیں، اس نقشہ میں فارسی خانہ کے پانچ سال شامل نہیں ہیں۔ اگر اس کو شامل کیا جائے تو پورے ۱۹ سال کا تعلیمی کورس ہو جاتا ہے۔

ان چودہ سالوں میں ۱۱۲ کتب پڑھائی جاتی ہیں، اس کا تقابل ایم۔ اے اسلامیات یا ایم۔ اے عربی کے سلیبس اور نصاب سے کیا جائے تو صاف طور پر یقین ہو جاتا ہے کہ "فاضلِ دیوبند" کی ڈگری ایم۔ اے اسلامیات یا عربی سے بہرحال اونچی ہے۔

اس شہرۂ آفاق دینی یونیورسٹی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا کوئی امتحان پرائیویٹ نہیں دیا جاسکتا بلکہ پورے ۱۴ سال یا ۱۹ سال کا عرصہ باقاعدہ داخلہ لے کر تعلیم میں صرف کرنا ضروری ہے۔

مسلمانوں کی اس مسلّمہ دینی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کی دوسری بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے فارغ التحصیل "فاضلِ دیوبند" کو مصر کی مشہور ومعروف یونیورسٹی "الازہر" کے "درجۂ تخصص" میں داخلہ دیا جاتا ہے۔

پاکستان کی کوئی یونیورسٹی یا کوئی مشہور دینی ادارہ ایسا نہیں ہے جہاں "فاضلِ دیوبند" کسی نہ کسی اہم تدریسی عہدہ پر دینی خدمت سرانجام نہ دے رہے ہوں۔

ہماری پشاور یونیورسٹی میں بھی تین "فاضلِ دیوبند" دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان میں سے دو حضرات، ایک ریڈر پوسٹ پر، دوسرے سینئر لیکچرر پوسٹ پر، شعبۂ اسلامیات میں بی۔ اے اور ایم۔ اے کلاسوں کو پڑھاتے ہیں اور تیسرا (راقم الحروف) اسسٹنٹ ڈین کی پوسٹ پر کام کر رہا ہے۔

بنا بریں میری درخواست ہے کہ "فاضلِ دیوبند" کی ڈگری کو ایم۔ اے کے برابر قرار دے کر "فاضلِ دیوبند" کو اسلامیات اور عربی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے تاکہ اسلامی علوم کی اشاعت زیادہ سے زیادہ ہوسکے۔

"نقشہ نصاب تعلیم دارالعلوم دیوبند منسلک ہے۔"

(۱۶ جون ۱۹۷۱ء کو رجسٹرار صاحب کو یہ جواب بھیجا گیا۔)

یونیورسٹی کی طرف سے جب کافی انتظار کے بعد بھی کوئی جواب موصول نہ ہوا تو آپ نے ان الفاظ میں رجسٹرار صاحب کو یاد دہانی کروائی؛

"گذارش ہے کہ میں نے ۹ر اپریل ۱۹۷۱ء کو "فاضلِ دیوبند" کی ڈگری کے سلسلہ میں اس کی حیثیت معلوم کرنے کے لئے ایک درخواست پیش کی تھی، مگر ابھی تک اس کا فیصلہ نہیں ہوا۔ چونکہ دارالعلوم دیوبند کا نصاب ایم۔ اے اسلامیات و عربی سے بہت زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ "الازہر" یونیورسٹی "فاضلِ دیوبند" کی ڈگری کو "شہادۃِ عالیہ" کے برابر تسلیم کرکے تخصص میں داخلہ کی اجازت دیتی ہے اور پشاور یونیورسٹی "شہادۃ عالیہ" کو ایم۔ اے تسلیم کرچکی ہے۔

لہٰذا استدعا ہے کہ "فاضلِ دیوبند" کی ڈگری کو ایم۔ اے کے برابر ڈگری تسلیم کیا جائے۔"

(۱۲ر جون ۱۹۷۱ء کو بھجوائی گئی)

مولانا موصوف کے طرزِ استدلال کی داد دینی پڑتی ہے، اب یونیورسٹی کے لئے کوئی بھی راہ فرار نہیں رہی، اس کے سابقہ فیصلے خود اسے "فاضلِ دیوبند" کی ڈگری کو ایم۔ اے کے برابر تسلیم کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ آپکی اس یاد دہانی پر بھی جب سکوت اختیار کیا گیا تو آپ نے وائس چانسلر صاحب کی یاد دہانی کے لئے دوبارہ درخواست پیش کر دی کہ "میں نے ۹ر اپریل ۱۹۷۱ء کو "فاضلِ دیوبند" کی ڈگری کے سلسلہ میں اس کی حیثیت معلوم کرنے کے لئے ایک درخواست دی تھی، لیکن سات ماہ گزرنے کے بعد بھی ابھی تک مجھے کسی قسم کی اطلاع نہیں ملی۔

کیا یونیورسٹی کیلئے سات ماہ کا طویل عرصہ یہ بتانے کے لئے کافی نہیں ہے کہ "فاضلِ دیوبند" کی ڈگری پشاور یونیورسٹی کے ایم اے برابر ہے یا نہیں؟

چونکہ میری ڈگری کے فیصلہ کے ساتھ میری پروموشن (ترقی) وابستہ ہے۔ اس لئے بعض حضرات اس میں روڑے اٹکانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جبکہ مجھ سے پہلے پشاور یونیورسٹی "فاضلِ دیوبند" کو ریڈر گریڈ اور سینئر لیکچرر کا گریڈ دے چکی ہے۔ تو مہربانی فرماکر میری ڈگری کا بھی بہت جلد فیصلہ فرماکر ممنون فرمائیں، تاکہ اطمینان کے ساتھ میں اپنی علمی ترقی جاری رکھ سکوں۔"

(۱۱ر نومبر ۱۹۷۱ء کو پرنسپل صاحب کے توسط سے وائس چانسلر صاحب کو بھیجی گئی)

یہاں اس امر کی وضاحت بھی مناسب ہے کہ مولانا موصوف کے ڈگری تسلیم کرانے کی جدوجہد کے دوران آپ کو لیکچرر لینے کا وعدہ دیا جاتا رہا، لیکن آپ اس بات پر اڑے رہے کہ پہلے اس ڈگری کا فیصلہ کیجئے، ڈگری کو تسلیم کرلیا گیا تو پھر میں لیکچررشپ کو قبول کرونگا۔

اب وائس چانسلر صاحب کی یاد دہانی پر رجسٹرار صاحب کو جواب دینا پڑا کہ "آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ کے ڈپلوما کے مساوی کرنے کے سلسلہ میں غور کیا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ "بورڈ آف سٹڈیز کی رائے معلوم کی جائے، جب معاملہ طے ہو جائے گا تو فیصلہ سے آپ کو مطلع کر دیا جائے گا۔

"۲۵ نومبر ۱۹۷۱ء۔ خط نمبر ۸۰۲۳"

رجسٹرار صاحب نے ۲۰ر نومبر ۷۱ ۱۹ء کے ایک خط میں آپ کو لکھا کہ "آپ فاضلِ دیوبند پاس کرنے کا اصل مواد اور سرٹیفکیٹ اسلامیات کے بورڈ آف سٹڈیز کو ضروری غور کے لئے پیش کر دیں"۔ آپ نے اس چھٹی کے جواب میں بورڈ آف سٹڈیز کے چیئرمین صاحب کو یوں لکھا "گذارش ہے کہ بحوالہ چھٹی نمبر ۳۷-۳۶/۸ مورخہ ۳۰-۱۱-۷۱ء از جناب رجسٹرار صاحب پشاور یونیورسٹی، اصل سندات پیش کرتے ہوئے چند امور کی صراحت ضروری سمجھتا ہوں۔

۱۔ موقوف علیہ پڑھے بغیر یا اس میں امتحان دیکر کامیابی حاصل کئے بغیر دارالعلوم دیوبند میں کسی طالب علم کو دورۂ حدیث شریف میں داخلہ نہیں مل سکتا۔

مَیں نے مندرجہ ذیل کتب موقوف علیہ میں امتحان دیکر کامیابی حاصل کی تھی۔

جلالین شریف مع فوز الکبیر، مشکوٰۃ شریف مع شرح نخبۃ الفکر، ہدایہ اولین، حسامی، مقامات حریری، شرح عقائدِ نسفی، ملّا حسن، میبذی۔

۲۔ بورڈ کے معزز ممبران میں سے بعض ذاتی طور پر جانتے ہیں کہ "فاضلِ دیوبند" کو مصر کی مشہور یونیورسٹی "جامعہ ازہر" نے "شہادتِ عالیہ" کے برابر تسلیم کیا ہے اور "شہادتِ عالیہ" کو پشاور یونیورسٹی ایم۔اے کے برابر تسلیم کر چکی ہے۔

۳۔ بورڈ کے معزز ممبران میں سے بعض کے علم میں یہ بھی ہوگا کہ "پبلک سروس کمیشن" نے "فضلائے دیوبند" کے متعلق پشاور یونیورسٹی کی رائے معلوم کی تھی، اس وقت کے شعبۂ عربی کے چیئرمین ڈاکٹر حسینی صاحب نے رائے دی تھی کہ "فاضلِ دیوبند" کا نصاب اور قابلیت ایم۔اے اسلامیات سے زیادہ ہے۔ اسی بنیاد پر "فضلائے دیوبند" کو گورنمنٹ کالجوں میں لیکچرر لیا گیا تھا۔

امید ہے کہ بورڈ کے معزز ممبران مندرجہ بالا حقائق اور پشاور یونیورسٹی کی روایات کے پیش نظر میری ڈگری کو بھی ایم۔اے اسلامیات کے برابر قرار دیکر فیصلہ صادر فرمائیں گے۔ سندات ملاحظہ فرما کر بت جلد عنایت فرمائیں۔ ۷ر دسمبر ۱۹۷۱ء

۱۰ر فروری ۱۹۷۲ء کو پشاور یونیورسٹی کی "ایکویلینس کمیٹی" کا اس سلسلہ میں اجلاس ہوا، کمیٹی نے پورے غور وخوض کے بعد یہ فیصلہ دیا کہ دار العلوم دیوبند کا سولہ سالہ کورس کسی صورت میں ایم۔اے اسلامیات سے کم نہیں ہے۔ شعبۂ اسلامیات پشاور یونیورسٹی کے دو سینئر لیکچرر کے پاس بھی دار العلوم دیوبند کی یہی ڈگری ہے اس لئے کمیٹی سفارش کرتی ہے کہ "فاضلِ دیوبند" ایم۔اے اسلامیات کے برابر ہے اور ایسے افراد کو یونیورسٹی اور اس کے متعلقہ کالجوں میں اسلامیات کے لیکچرر کی تقرری کے لئے اہل سمجھا جائے۔

انٹر یونیورسٹی بورڈ پاکستان کا فیصلہ ـ وائس چانسلروں اور انٹر یونیورسٹی کے اجلاس منعقدہ ۱۲ر جون ۱۹۷۲ء میں "دیوبند کی سند کی منظوری" کے سلسلہ میں یہ فیصلہ ہوا کہ "کمیٹی نے دیوبند کی سند کی برابری پر غور کئے بغیر یہ فیصلہ دیا ہے کہ ایک فاضلِ دیوبند کو شعبۂ اسلامیات میں تمام یونیورسٹیوں اور کالجوں میں لیکچرر کی تقرری کے لئے اہل سمجھا جائے"

اس فیصلہ کی رُو سے اب ہر "فاضلِ دیوبند" ہر یونیورسٹی اور کالج کے شعبۂ اسلامیات میں لیکچرر کی تقرری کے سلسلہ میں درخواست دینے کے اہل ہیں۔ اور انٹرویو میں کامیابی کے بعد ان کے وہی حقوق ہیں جو ایم اے پاس حضرات کے ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ یہ فیصلہ کسی سیاسی دباؤ کے تحت نہیں کیا گیا بلکہ خالصۃً مولانا موصوف کی شبانہ روز ۲ سالہ جدوجہد کے نتیجہ کے طور پر ہوا ہے۔ مجھے مولانا موصوف کے ساتھ یونیورسٹی کی یہ تفصیلی خط وکتابت اس لئے برائے اشاعت بھیجنی پڑی ہے کہ جس شخصیت کا یہ کارنامہ ہے اعزاز کی مستحق بھی وہی ہے۔ ورنہ اب کامیابی کے بعد بہت سے حضرات اس کامیابی کا سہرا اپنے سر باندھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس عظیم خدمت کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور انہیں دنیا وآخرت میں اس کا بہتر بدلہ عطا فرماتے۔ آمین۔

انوارِ مدینہ کے اجراء کا مقصد نئے فتنوں سے پیدا شدہ مفاسد کی اصلاح، اور اسلامی افکار واقدار کی اشاعت ہے۔
خریداری قبول فرماکر دینی معلومات میں اضافہ فرمائیں۔

"کتاب الآراء سے"

رائے گرامی

شیخ الازہر شیخ محمد محمد الفحام کی معیت میں شیخ عبدالمنعم النمر بھی جامعہ مدنیہ لاہور تشریف لاتے۔ جو مصر کی ایک مقتدر اور معروف شخصیت ہیں۔ زیرِ نظر شمارہ میں ان کی رائے گرامی ہدیۂ ناظرین ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وبہ نستعین۔

کان من اطیب ماشاھدتہ وشرح صدری ان زرت بصحبۃ شیخ الازھر محمد محمد الفحام الجامعۃ المدنیۃ فی لاھور التی قام علی تاسیسھا ویقوم علی رعایتھا الاخ الفاضل مولانا حامد میاں ابن مولانا الصدیق العزیز والعالم الفاضل محمد میاں الذی عرفتہ وقدرتہ اثناء وجودی بالھند سنۃ ۱۹۵۶ سنۃ ۱۹۵۷ وجزءمن سنۃ ۱۹۵۸ مدرسا فی دارالعلوم دیوبند۔ فکان ھذاالشبل من ذاک الاسد وارجو ان یظل الشبل فی تقدم وازدیاد حتی یکون اسداً اشبال مثلہ۔

اسأل اللہ تعالٰی ان یعینہ ویقویہ ویکثر من امثالہ فی خدمۃ العلم والدین۔

دکتور عبدالمنعم النمر

مدیر البعوث والثقافۃ الاسلامیۃ
بمجمع البحوث بالازھر

۲۷ - ۱۱ - ۱۳۹۲ھ

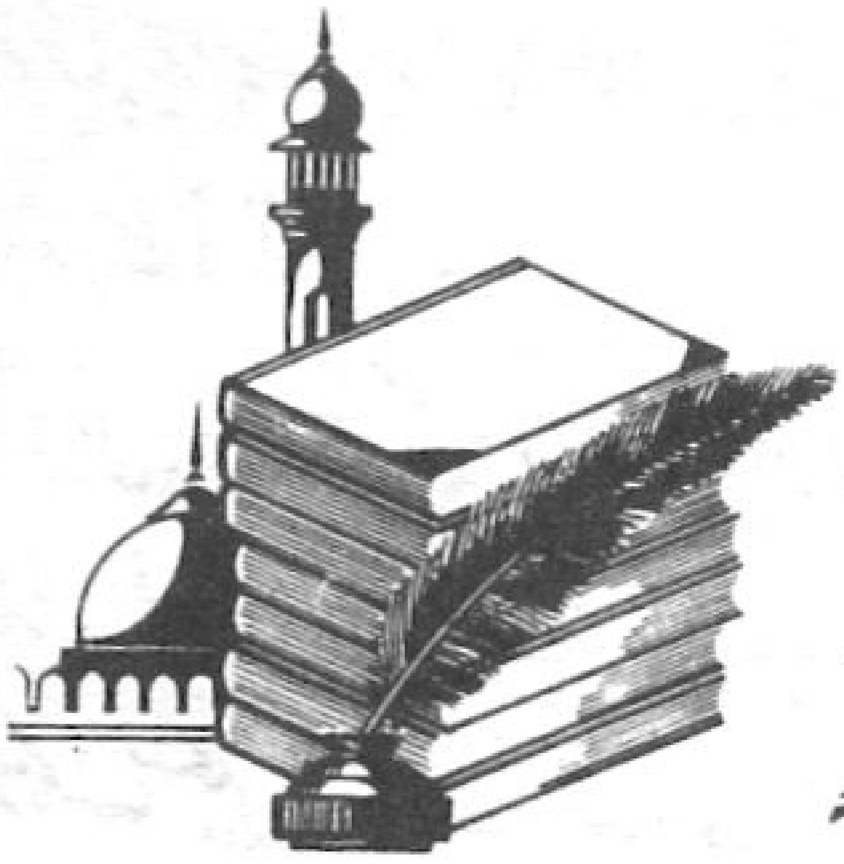

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

فتاویٰ عالمگیریہ۔ (جزء اوّل)

طباعت: آفسٹ ۔ کاغذ: نہایت عمدہ ۔ کتابت: دیدہ زیب ۔ قیمت: غالباً ۲½ روپے۔

ملنے کا پتہ: مولانا محمد صادق صاحب۔ ناظم منتظمہ اشاعت فتاویٰ عالمگیریہ، سہگل آباد، ضلع جہلم۔

یہ کتاب محتاج تعارف و تعریف نہیں ہے۔ ادارہ مذکور نے اسے اسطرح طبع کرایا ہے کہ ایک طرف متن ہے اور دوسری طرف ترجمہ ہے۔ کتابت و طباعت ایسے اعلیٰ پیمانہ پر کی گئی ہے کہ قابلِ دید ہے۔ اللہ تعالیٰ پایۂ تکمیل کو پہنچائے۔

"تبلیغی جماعت کا تاریخی جائزہ" مؤلفہ پروفیسر محمد ایوب قادری۔

سائز ۱۸ × ۲۳ / ۸ صفحات ۱۵۲ ۔ قیمت ۳ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ سید احمد شہیدؒ ۱/۱۴۱ وحید آباد کراچی نمبر ۱۸

تبلیغ ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ برصغیر میں اس فریضہ کی ادائیگی بیشتر اولیاء اللہ نے کی۔ موجودہ صدی میں یہ کام حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اور ان کے لائق صاحبزادے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہما اللہ تعالیٰ نے انجام دیا اور اس مشن کو نہ صرف برصغیر میں بلکہ بیرونی ممالک میں تبلیغی جماعت پورا کر رہی ہے۔ ویسے تو اس جماعت نے اپنے کام کو بڑی حد تک عالمگیر بنا دیا ہے، لیکن ان مردانِ خدا کا اصل کارنامہ میوات میں انجام پایا۔ میواتی جیسی اَن پڑھ، روایت پرست اور توہم پرست قوم کو جو مدت سے "ما وجدنا علیہ آباءنا" کے اصول پر کاربند چلی آتی تھی۔ اور مسلمان کہلانے کے باوجود اسلام سے بیگانہ اور شعائرِ اسلام سے قطعاً ناآشنا تھی، سچا اور پکا مسلمان بنا دیا۔ اور اس قوم میں ایسے ایسے

دیندار لوگ پیدا ہوئے جو ان مسلمانوں کے لئے بھی قابلِ رشک ٹھہرے جو بزعم خویش صدیوں سے اسلامی ماحول پر کاربند چلے آتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کی اس عظیم الشان کامیابی کو دیکھ کر ہر شخص اس سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ اس جماعت کی ابتداء کیسے ہوئی۔ اور وہ کن کن مدارج و مراحل سے گذر کر موجودہ شکل میں آئی۔ اگرچہ اس بخشش کی بڑی حد تک تسکین دو گرانقدر تصانیف یعنی سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ (سید محمد ثانی) اور حضرت محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت (مولانا ابوالحسن علی ندوی) سے ہو جاتی ہے پھر بھی عام آدمی کے لئے ایک ایسی مختصر کتاب کی ضرورت باقی رہتی تھی جو عام فہم انداز میں لکھی گئی ہو۔ اور تبلیغی جماعت کی تاریخ اور اس کی پوری کوششوں پر حاوی ہو۔ اس ضرورت کو زیرِ تبصرہ کتاب نے بڑی حد تک پورا کر دیا ہے۔

کتاب ہذا کے مؤلف ایوب صاحب قادری نے جو ترجمہ، ترتیب اور تالیف کی شکل میں متعدد کتابیں اردو داں طبقہ کو دے چکے ہیں اس موضوع سے متعلق بھی "مرقع یوسفی" کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے، مگر وہ کتاب جماعت کی تاریخ سے ہٹ کر امیرِ جماعت حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے مواعظ و ارشادات سے متعلق تھی اس لئے انہوں نے اب یہ دوسری کتاب "تبلیغی جماعت کا تاریخی جائزہ" کے نام سے لکھی ہے اور موضوع کا حق ادا کیا ہے۔ پوری کتاب دلچسپ اور معلومات افزا ہے اور اس موضوع پر ایک گرانقدر تالیف سمجھی جا سکتی ہے، کتابت آفسٹ میں ہے اور کاغذ سفید استعمال کیا گیا ہے۔ طباعت بھی اچھی ہے۔

"تلاشِ حق"

مطبوعہ: محکمۂ اوقاف پنجاب، صفحات: ۸۵ — قیمت: تین روپے۔ (ٹائپ سے طبع ہوئی)

یہ کتاب امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکیمانہ انداز پر لکھی ہوئی پر از استدلالات عقلیہ کتاب کا ترجمہ ہے۔ اسکا عربی نام "المنقذ من الضلال" ہے۔ مترجم ڈاکٹر خالد حسن صاحب قادری ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں باطل استدلال کے اسباب، مقصودِ علم کلام، حاصلِ فلسفہ، کفرِ فلاسفہ، علومِ فلاسفہ۔ اور پھر آخر میں صوفیۂ کرام کے طریق تربیت اور حقیقت نبوت سے بحث فرمائی ہے۔

محکمۂ اوقاف نے اس کتاب کا اصل عربی متن "المنقذ من الضلال" بھی طبع کیا ہے۔ اس کی قیمت

ساڑھے تین روپے ہے۔

"الانصاف"

محکمہ اوقاف پنجاب ہی نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ کی تصنیف "الانصاف" بھی طبع کی ہے۔ طباعت ٹائپ کی ہے۔ کتاب پر گتہ چڑھا ہوا ہے۔ صفحات ۶۶ ہیں اور قیمت ۵ روپے، یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔

"گانا بجانا قرآن وسنت کی روشنی میں"

تالیف: حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب، قیمت: ۱/۵۰

صفحات: ۸۰ —— کتابت: اوسط درجہ

ملنے کا پتہ: محمد رمضان میمن۔ مدرسہ تعلیم الفرقان۔ چاکیواڑہ۔ کراچی ۱

قاضی صاحب مدظلہم کی ذات گرامی محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور مشہور عالم ہیں۔ آپ نے بہت سی مفید علمی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

زیر تبصرہ رسالہ بھی آپ ہی کی تالیف ہے۔ جس میں آپ نے قرآن وسنت اور اقوال صحابہ کی روشنی میں گانے بجانے کی حرمت ثابت کی ہے۔ نیز گانے بجانے کے بارے میں ائمہ اربعہ اور دیوبندی، بریلوی اور شیعہ علماء کے اقوال و فتاویٰ بھی اس رسالہ میں درج فرمائے ہیں۔

دلائل قوی اور طرزِ تحریر نہایت عمدہ ہے۔ ••

بقیہ: لمحاتِ اخیر

غشی طاری ہو جاتی۔ پھر نماز کی نیت کر کے ہاتھ باندھ لیتے۔ ہوش آنے پر پھر روزہ افطار کرنے اور نماز کی بابت دریافت فرماتے۔ حتیٰ کہ وصال فرمایا۔ مزار شریف لاہور میں ہے۔

ان بزرگوں کو حق تعالیٰ نے یہ شرف اور اعزاز واکرام اسلئے بخشا کہ انہوں نے اپنی زندگیاں اسی کی اطاعت میں گذار دی تھیں۔ سچ ہے۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

KHAWAJA MUHAMMAD ISLAM PUBLICATIONS
CAN BE HAD FROM
KHUDIAN KHAS
DISTRICT
LAHORE
ADARA
ESHAIT-E-DINIYAT
SAEED MANZIL
ANAR KALI, LHR.

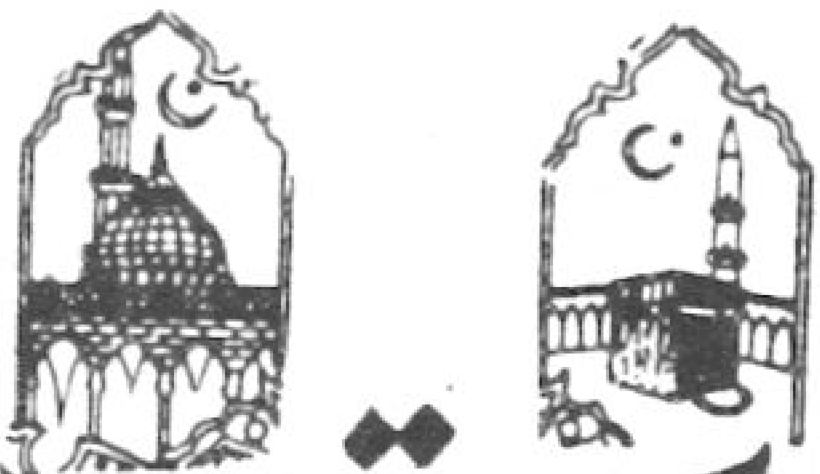

خواجہ محمد اسلام
ادارہ اشاعتِ دینیات
سعید منزل
انارکلی، لاہور

معزز حضرات

★ نیکوں کی رُوح پرور زندگی سے ★

اور سُود خوروں، شرابیوں اور زانیوں کے ہولناک انجام

سے باخبر ہونے کے لیے

کتاب "موت کا منظر"

مع

"مرنے کے بعد کیا ہوگا؟"

مطالعہ فرمائیں : ہدیہ ۱۰ روپے

ناشر: خواجہ محمد اسلام ○ کھُڈیاں خاص ضلع لاہور پاکستان

پتہ نمبر۲ : ادارۂ اشاعتِ دینیات، سعید منزل، ۱۸۷ انارکلی لاہور